نمبر ۷۵ | ۱۲ رمضان المبارک ۱۳۵۳ھ | یوم پنجشنبہ | مطابق ۲۰ دسمبر ۱۹۳۴ء | جلد ۲۲

مدینۃ المسیح

سیدنا امیر المومنین حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے متعلق ۱۸ دسمبر بعد دوپہر کی ڈاکٹری رپورٹ مظہر ہے۔ کہ حضور کے گھٹنہ کی درد میں پھر اضافہ ہوگیا ہے۔ بلسٹر دوبارہ لگایا گیا ہے۔ احباب صحت کے لئے دعا کریں ؛۔

حضرت مرزا شریف احمد صاحب کی طبیعت روبصحت ہے صحت کاملہ کے لئے دعا کی جائے ؛۔

جناب سید ولی اللہ شاہ صاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ بیمار ہیں۔ احباب دعائے صحت کریں ؛۔

جناب مفتی محمد صادق صاحب ناظر امور خارجہ کو اب بخار سے آرام ہے۔

جناب شیخ عبد الرحمٰن صاحب مصری۔ بی۔ اے نے قرآن مجید کے اول گیارہ پاروں کا درس ختم کر دیا ہے۔ اور اب ۱۸۔ دسمبر سے مولوی جلال الدین صاحب شمس نے درس دینا شروع کیا ہے ؛۔

حکومت پنجاب اور جماعت احمدیہ

رقم فرمودہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

ہماری جماعت کے جو دوست میرے خطبات سنتے یا پڑھتے رہے ہیں انہیں معلوم ہوگا۔ کہ احرار کے جلسہ کے تعلق میں جو نوٹس گورنمنٹ نے مجھے دیا تھا۔ اس پر مجھے یہ اعتراض تھا۔ کہ جس سرکلر چٹھی کی بنا پر حکومت نے یہ نوٹس دیا ہے۔ وہ میری طرف سے نہ تھی۔ بلکہ ناظر امور عامہ کی طرف سے تھی۔ اور یہ کہ حکومت کا یہ طریق کہ ناظر کے ایک فعل پر خلیفۂ وقت کو نوٹس دے۔ ایسی پیچیدگیاں پیدا کر دیتا ہے۔ کہ آئندہ خلافت کا کام ناممکن ہو جاتا ہے۔ نیز جبکہ دوسری کسی جماعت سے حکومت یہ سلوک نہیں کرتی۔ کہ اس کے افراد کے افعال کو ان کے رئیس کی طرف منسوب کرے۔ اور اسے ان کا ذمہ دار قرار دے تو جماعت احمدیہ کے بارہ میں اس استثنائی سلوک کے کیا معنے ہیں ؛۔

اس بارے میں حکومت سے تبادلۂ خیالات ہو رہا ہے جس کی طرف میں نے اپنے خطبات میں اشارہ بھی کیا تھا۔ سو اب جماعت کی اطلاع کے لئے شائع کیا جاتا ہے۔ کہ حکومت پنجاب نے اس امر کو تسلیم کر لیا ہے۔ کہ جاری شدہ سرکلر کی ذمہ داری امام جماعت احمدیہ پر عاید نہیں ہوتی۔ اور یہ کہ اگر حکومت کو نوٹس جاری کرنے کے وقت اس بات کا علم ہوتا۔ کہ یہ سرکلر ناظر امور عامہ کی طرف سے جاری کیا گیا ہے تو وہ امام جماعت احمدیہ کو یہ نوٹس نہ دیتی۔ کہ وہ اس سرکلر کو واپس لیں بلکہ وہ اس شخص کو مخاطب کرتی جس کی طرف سے وہ سرکلر جاری ہوا تھا حکومت نے اس بات کو بھی تسلیم کیا ہے۔ کہ جو سرکلر جاری کیا گیا تھا۔ وہ حکومت کے نوٹس سے قبل ہی منسوخ کیا جا چکا تھا۔ اور یہ کہ اگر اسے اس منسوخی کا

پر وقت علم ہوجاتا۔ تو پھر حکومت کی طرف سے کوئی نوٹس جاری نہ کیا جاتا۔ اسی طرح حکومت نے اس امر کا بھی اظہار کیا ہے کہ اس نوٹس سے یہ مُراد ہرگز نہیں تھی۔ کہ حکومت کے نزدیک امام جماعت احمدیہ نے سول نافرمانی۔ یا کسی خلافِ امن فعل کے ارتکاب کا ارادہ کیا ہے۔

مندرجہ بالا اعلان سے میری یہ مراد نہیں ہے۔ کہ جن مقامی حکام نے ناواجب کارروائیاں کی ہیں۔ اُن کو یا جو اعتراض ہمیں پنجاب کریمنل لاء امنڈمنٹ ایکٹ ۱۹۳۲ء کے دائرہ استعمال پر ہے۔ اس کو بھی طے شُدہ سمجھا جائیگا۔ لیکن یہ اُمور ایسے ہیں

کے افسروں یا افراد کے افعال کو اس کی طرف منسوب کر کے اس کے کام میں روک ڈالی جائے۔ اور چونکہ یہ امر صفائی سے طے ہو گیا ہے۔ اس لئے باقی اُمور کے متعلق جماعت کو سردست کسی تشویش کی ضرورت نہیں ۔

حکومت پنجاب کی ان تسلی بخش چٹھیوں کے علاوہ نائب وزیر ہند صاحب نے مولوی عبدالرحیم صاحب درد امام مسجد احمدیہ لنڈن کو جنہیں میں نے اس معاملہ میں حکومت برطانیہ کو توجہ دلانے کے لئے مقرر کیا تھا۔ ایک خط کے ذریعہ اطلاع دی ہے۔ کہ حکومت ہند کی طرف سے انہیں یقین دلایا گیا ہے۔ کہ حکومت پنجاب اور اس کے افسروں نے اس معاملہ میں جو کچھ بھی کیا ہے۔ اس کے کرتے وقت ان کے ذہن کے کسی گوشہ میں بھی یہ خیال نہ تھا۔ کہ وہ کوئی ایسا کام کریں جس سے جماعت احمدیہ کے جذبات کو جس کی وفاداری پُورے طور پر مسلّم ہے کسی طرح ٹھیس لگے اور انہوں نے درد صاحب کو اس خط میں یہ یقین بھی دلایا ہے۔ کہ حکومت کے اس فعل میں قطعاً کوئی غرض یا نیت نہ تھی۔ کہ جماعت احمدیہ کی کسی قسم کی تحقیر ہو۔ یا اس کے امام کے احترام میں کسی قسم کا فرق آئے۔ حکومت پنجاب کی ان چٹھیوں اور نائب وزیر ہند صاحب کے اس خط کی بنا پر میں یہ اعلان کرنا چاہتا ہوں کہ میرے خطبات کے اس حصہ کو جو حکومت پنجاب کے فعل کے خلاف احتجاج کے طور پر تھا۔ اب طے شُدہ سمجھا جائے ۔

اس اعلان کے ساتھ ہی میں اس امر پر بھی خوشی کا اظہار کرنا چاہتا ہوں۔ کہ ہندوستان اور انگلستان میں بہت سے انگریز افسروں اور سابق گورنروں نے اس موقعہ پر ہم سے نہایت ہمدردی کا برتاؤ کیا ہے۔ اور بعض نے پُوری امداد کا وعدہ کرتے ہوئے اپنے جذبات اور اخلاص کا بڑے زور سے اظہار کیا ہے ۔

جیسا کہ میں اپنے ایک خطبہ میں کہہ چکا ہوں۔ کہ انہیں یا تو پرائیویٹ طور پر حکومت کے ساتھ یا کونسلوں کے ذریعہ سے بھی طے کیا جا سکتا ہے۔ اس لئے ہمیں ان اُمور کے متعلق خاص نظام کے ماتحت جد وجہد کی ضرورت نہیں۔ اصل سوال جس کے لئے جماعت کو فکر تھی یہی تھا۔ کہ امام جماعت احمدیہ کو خواہ مخواہ دق کیا جائے۔ اور جماعت

چونکہ بعض جماعتیں حکومت کے پاس اظہار ناراضگی کے ریزولیوشن بھجوا رہی ہیں۔ انہیں بھی اس اعلان کے ذریعہ اطلاع دی جاتی ہے۔ کہ اب چونکہ اس حصہ کا تصفیہ ہو چکا ہے۔ آئندہ کوئی جماعت اس بارہ میں کوئی ریزولیوشن پاس نہ کرے۔ اور نہ حکومت کو بھجوائے۔ ہماری غرض کبھی بھی حکومت سے ٹکراؤ کی نہیں ہُوئی۔ اور نہ ہم بے جا فخر کو پسند کرتے ہیں۔ اور نہ کسی کی تذلیل چاہتے ہیں۔ اور نہ ہم اس بات کو جائز سمجھتے ہیں کہ حکومت کے وقار کو اس طرح گرایا جائے۔ کہ اس کے لئے امن کا قیام مشکل ہو جائے۔ پس مَیں دل سے خوش ہوں۔ کہ یہ معاملہ اس طرح طے ہو گیا ہے اور مَیں اللہ تعالےٰ کا شکر ادا کرتا ہُوں۔ کہ اُس نے مجھے اس امر کا موقعہ عطا فرمایا۔ کہ میں اپنی ساری توجّہ اس حملہ کی طرف پھیر دُوں جو دینی لحاظ سے سلسلہ احمدیہ پر کیا جا رہا ہے۔ اور میں امید کرتا ہوں۔ کہ ہماری جماعت اس دُوسری جنگ میں ان وعدوں اور عہدوں کے مطابق جو وُہ کر چکی ہے۔ اور اس کام کی اہمیت کو مدنظر رکھتے ہوئے جو ہمارے سامنے ہے۔ ہر ممکن قربانی کرے گی۔ اور ہر مطالبہ پر جو میں اس سے کرونگا۔ بشاشت قلب سے لبیک کہیگی۔ اے خدا تو انہیں ایسا ہی کرنیکی توفیق دے۔

وآخر دعوٰنا ان الحمد للہ رب العالمین ۔

خاکسار مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح

(۱۷ دسمبر ۱۹۳۴ء)

تحریک جدید کے چندہ میں حِصّہ لینے والے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالےٰ کے قلم سے

مجھے معلوم ہُوا ہے۔ کہ تحریک جدید کے چندوں کو بہت سے دوستوں نے سمجھا نہیں ۔

۱۔ بعض خیال کرتے ہیں۔ کہ مالدار سے مُراد وُہ ہے جس نے روپیہ جمع رکھا ہُوا ہو ایسا مالدار مُسلمانوں میں شاذ ہوتا ہے۔ جو شخص اس دھوکے میں ہے۔ وُہ اپنے رب کے پاس جائے گا اور اپنے کو تہیدست پائیگا۔ کیونکہ خدا تعالےٰ نے اسے نعمت دی۔ اور اس نے قدر نہ کی ۔

۲۔ بعض خیال کرتے ہیں۔ کہ جماعت کے کارکن تحریک کریں گے۔ تو ہم حصّہ لکھا دینگے یا دیدینگے انہیں یاد رہے۔ کہ اگر ان کی جماعت کے کارکن سُست ہیں۔ یا خود حصہ نہ لینے کے سبب سے تحریک کو دبا رہے ہیں۔ تو یہ جواب خدا تعالےٰ کے سامنے کافی نہ ہوگا۔ ہر مومن خدا تعالےٰ کے سامنے خود ذمّہ وار ہے ۔

۳۔ جماعتوں کو عادت ہے۔ کہ وُہ اکٹھا چندہ بھجواتی ہیں۔ اس لئے جو کارکُن جماعت میں تحریک کر کے مشترکہ فہرستیں نہ بھجوا سکیں ان کا دیانتدارانہ فرض ہے۔ کہ جماعت میں اعلان کر دیں۔ کہ ہم نے یہ کام نہیں کرنا جس نے بھجوانا ہو۔ براہ راست بھجوا دے ہم جماعت کی اکٹھی لسٹ نہیں بھجوانی چاہتے ۔

۴۔ بعض آسُودہ حال اسراف کی عادت کی وجہ سے بڑی قربانی نہیں کر سکتے۔ اور وُہ لوگوں کی شرم سے تھوڑا حصہ بھی نہیں لیتے۔ یہ شرم انہیں اور بھی زیادہ نیکی سے محرُوم کر دے گی ۔

۵۔ کوئی دوست اس چندہ کی تحریک کیلئے دُوسرے پر اصرار نہ کریں ہاں جو کارکُن یا کارکنوں کی سُستی کی صورت میں غیر کارکُن ثواب حاصل کرنا چاہتے ہوں۔ وُہ ہر اک سے پُوچھ لیں کہ کیا وُہ حصہ لینا چاہتا ہے۔ یا نہیں۔ اگر لینا چاہتا ہے۔ تو کتنا۔ جو خدا تعالےٰ کے نزدیک مجبور رہے اسے دق نہ کرو۔ اور جو شیطان کے ہاتھوں مجبُور ہے۔ اُسے اور زیادہ شرمندہ نہ کرو۔ یاد رکھو۔ یہ خدا تعالےٰ کا کام ہے اور ہو کر رہے گا ۔

قضائے آسمانست ایں بہر حالت شود پیدا

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم
الفضل
نمبر ۷۵ قادیان دارالامان مورخہ ۱۲ رمضان ۱۳۵۳ھ جلد ۲۲

خطبہ جمعہ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

جماعت احمدیہ کی موجودہ مشکلات و مصائب اور رمضان المبارک

جلسہ سالانہ میں بکثرت شریک ہو کر دشمن کو بتا دو کہ ہم قادیان کے ہر جلسہ پر آئینگے

از حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

فرمودہ ۱۴؍دسمبر ۱۹۳۴ء

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد حسب ذیل آیات کی تلاوت فرمائی

شهر رمضان الذی انزل فیه القراٰن هدًی للناس وبیّنٰتٍ من الهدٰی والفرقان - فمن شهد منکم الشهر فلیصمه ومن کان مریضًا او علٰی سفرٍ فعدّةٌ من ایامٍ اُخر - یرید الله بکم الیسر ولا یرید بکم العسر - ولتکملوا العدّة ولتکبّروا الله علٰی ما هدٰکم ولعلّکم تشکرون - واذا سالك عبادی عنّی فانی قریب - اجیب دعوة الدّاع اذا دعان فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی لعلّهم یرشدون

اور پھر فرمایا:-

ہم اس وقت

رمضان کے مہینے میں

داخل ہو رہے ہیں۔ یہ پہلا جمعہ ہے۔ جو اس مہینہ میں آیا ہے اور ان دنوں کی یاد دلاتا ہے۔ وہ مبارک دن۔ وہ دُنیا کی سعادت کی ابتدا کے دن۔ وہ اللہ تعالےٰ کی رحمت۔ اور اس کی برکت کے دروازے کھولنے والے دن جب دنیا کی گھناؤنی شکل اس کے بد صورت چہرے اور اس کے اذیت پہونچانے والے اعمال سے تنگ آ کر محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم غار حرا میں جا کر اور دُنیا سے مُونہہ موڑ کر اور اپنے عزیز و اقارب کو چھوڑ کر صرف

اپنے خدا کی یاد میں

مصروف رہا کرتے تھے۔ اور خیال کرتے تھے۔ کہ دُنیا سے اس طرح بھاگ کر وُہ اپنے اس فرض کو ادا کریں گے جسے ادا کرنے کے لئے اللہ تعالےٰ نے انہیں پیدا کیا ہے۔ انہی تنہائی کی گھڑیوں میں انہی جدائی کے اوقات میں۔ اور انہی غور و فکر کی ساعات میں رمضان کا مہینہ آپ پر آ گیا۔ اور جہاں تک معتبر روایات سے معلوم ہوتا ہے۔

چوبیسویں رمضان

کو وُہ جو دُنیا کو چھوڑ کر علٰحدگی میں چلا گیا تھا۔ اسے اس کے پیدا کرنے والے۔ اس کی تربیت کرنے والے۔ اس کو تعلیم دینے والے اور اس سے محبت کرنے والے خدا نے حکم دیا۔ کہ جا اور جا کر دُنیا کو ہدایت کا رستہ دکھاؤ۔ اور بتایا۔ کہ تم مجھے تنہائی میں۔ اور غار حرا میں ڈھونڈتے ہو۔ مگر میں نہیں

مکّہ والوں کی گالیوں

اور ان کے شور و شغب میں ملوں گا۔ جاؤ۔ اور اپنی قوم کو پیغام پہونچا دو۔ کہ میں نے تم کو ادنےٰ حالت میں پیدا کر کے اور پھر ترقی دے کر اس لئے دُنیا میں نہیں بھیجا۔ کہ کھاؤ۔ پیو۔ اور مر جاؤ۔ اور کوئی سوال تم سے نہ کیا جائے:۔

وُہ لوگ جو اپنی زندگی کا مقصد ہی عیش و طرب سمجھتے تھے۔ جن کے نزدیک دُنیا طلبی ہی خدا طلبی کا نام تھا۔ جو ہر ایک عیش و آرام کو اپنا حق سمجھتے تھے۔ ان کو جا کر یہ کہنا۔ کہ اپنے اوقات نمازیں پڑھنے۔ اور دُعائیں کرنے میں صرف کرو۔ اپنے اموال بجائے شراب میں اڑانے اور جُوئے میں ہارنے کے خدا کے رستے میں۔ اور غریبوں کی پرورش میں خرچ کرو۔ بظاہر وُہی بات تھی۔ جیسے

بھینس کے سامنے بین بجانا

کون امید کر سکتا تھا۔ کہ اس آواز کے مقابلہ میں ان کے قلوب سے بھی ایک آواز اُٹھے گی۔ اس سُریلی تان کے مقابلہ میں ان کے قلوب کوئی شعور محسوس کریں گے۔ خود محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم بھی حیران رہ گئے۔ جب آپ کو یہ حکم دیا گیا تو آپ نے جبریئل کو حیرت سے دیکھ کر کہا۔ کہ

ما انا بقارئ

میں تو پڑھنا نہیں جانتا۔ یعنی اس قسم کا پیغام مجھے عجیب معلوم ہوتا ہے۔ کیا یہ الفاظ میرے مونہہ سے مکہ والوں کے سامنے زیب دیں گے۔ کیا میری قوم ان کو قبول کرے گی۔ اور سُنیگی۔ مگر اللہ تعالےٰ کی طرف سے آپ کو متواتر حکم دیا گیا۔ کہ جاؤ۔ اور پڑھو۔ جاؤ۔ اور پڑھو۔ جاؤ۔ اور پڑھو۔ تب آپ نے اس آواز پر اور

اس ارشاد کی تعمیل میں

تنہائی کو چھوڑا۔ اور جلوت اختیار کی۔ مگر وُہ کیسی مجلس تھی۔ وُہ ایسی مجلس نہ تھی۔ کہ جس میں ایک دوست بیٹھ کر دُوسرے دوست کے سامنے اپنے شکوے بیان کرتا ہے۔ وُہ ایسی مجلس نہ تھی۔ جس میں دوست اپنے دوست کے خوش کرنے والے حالات سنتا۔ اور لطف اٹھاتا ہے۔ وُہ ایسی مجلس نہ تھی۔ جس میں انسان اپنی ذہنی کوفت اور تکان کو دُور کرتا ہے۔ وُہ قصّوں کہانیوں والی مجلس نہ تھی۔ شعر و شاعری کی مجلس نہ تھی۔ وُہ ایسی مجلس نہ تھی۔ جس میں مباحثات اور مناظرات ہوتے ہیں۔ بلکہ وُہ مجلس ایسی تھی۔ جس میں ایک طرف

متواتر اور پیہم اخلاص

کا اظہار ہوتا تھا۔ تو دُوسری طرف

متواتر اور پیہم گالیاں

دُشنام۔ ڈراوے۔ اور دھمکیاں ہوتی تھیں۔ وُہ ایسی مجلس تھی۔ جس میں ایک دفعہ جانے کے بعد دُوسرے دن جانے کی خواہش باقی نہیں رہتی۔ وُہ ایسی گالیاں

تحریک جدید کی تشریح

رقم زدہ حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ

(۱) دوست اچھی طرح سمجھ لیں۔ کہ چندہ کی نئی تحریکیں جن کی میزان ساڑھے ستائیس ہزار بنتی ہے۔ اور جنکا مطالبہ گذشتہ خطبات میں جماعت سے کیا گیا ہے۔ صرف پہلے سال کے لئے ہیں:

(۲) یہ تحریکات نئے سرے سے تین سال تک پہلا سال ختم ہونے پر دوبارہ شائع ہوتی رہیں گی۔ صرف فرق یہ ہوگا۔ کہ آئندہ دو سالوں میں ساڑھے بائیس ہزار سالانہ کی تحریک کی جائیگی۔

(۳) جنہوں نے اس سال چندہ دیا ہے۔ یا اس کا وعدہ کیا ہے۔ وہ مجبور نہیں ہونگے۔ کہ آئندہ سالوں کی تحریکات میں ضرور حصہ لیں۔ یا اتنا ہی حصہ لیں۔ جتنا اس سال لیا ہے۔ بلکہ یہ ان کے اخلاص اور ان کی اس وقت کی مالی حالت پر منحصر ہوگا:

(۴) بہر حال اس وقت جو دوست چندہ لکھوا رہے ہیں۔ یا لکھوائیں گے۔ وہ اسی سال کا چندہ ہوگا۔ نہ کہ تینوں سالوں کا۔ اس لئے جو دوست قسط وار چندہ کی رقم پوری کرنا چاہیں۔ ان کی قسطیں پہلے بارہ ماہ کے اندر ختم ہو جانی چاہئیں۔ اور جو یکمشت دیں۔ وہ سمجھ لیں۔ کہ انہوں نے پہلے سال کی تحریک کا چندہ دیا ہے۔ نہ کہ تین سالوں کا:

مرزا محمود احمد۔ خلیفۃ المسیح

ایسے ڈراوے۔ اور ایسی دھمکیاں ہوتی تھیں کہ ایک طرف ان کے دیکھنے والے سمجھتے تھے۔ کہ اگر اس شخص میں کوئی حس باقی ہے۔ تو کل اس کے مونہ سے ایسی بات ہرگز نہ نکلے گی وہ خوش ہوتے تھے۔ کہ آج ہم نے محمد (صلے اللہ علیہ وسلم) کی زبان بند کر دی۔ اور دوسری طرف جب خدا کا سورج چڑھتا تھا۔ تو

خدا کا یہ عاشق

خدا کا پیغام مکہ والوں کو پہنچانے کے لئے نکل کھڑا ہوتا۔ پھر تمام دن وہی گالیاں۔ وہی دھمکیاں اور وہی ڈراوے ہوتے تھے۔ اور اسی میں شام ہو جاتی۔ مگر جب رات کا پردہ حائل ہوتا۔ تو وہ سمجھتے۔ کہ شاید آج یہ خاموش ہو گیا ہوگا۔ مگر وہ

جس کے کانوں میں خدا کی آواز

گونج رہی تھی۔ وہ مکہ والوں سے کیسے خوش ہو جاتا۔ اگر تو اس کی رات سوتے گذرتی۔ تو وہ بیشک اس پیغام کو بھول جاتا۔ مگر جب اس کے سونے کی حالت جاگنے کی سی ہوتی۔ تو وہ کیسے بھول سکتا تھا۔ وہ سبق جو دہرایا نہ جائے بے شک بھول سکتا ہے۔ مگر جب آپ کی یہ حالت تھی۔ کہ جونہی سرہانے پر سر رکھا۔ وہی

اقرء کی آواز

آنی شروع ہو جاتی۔ تو آپ کس طرح اس پیغام کو بھول جاتے۔ (اس موقعہ پر بارش کے چھینٹے پڑنے شروع ہو گئے۔ اور لوگوں میں کچھ حرکت پیدا ہوئی۔ اس پر حضور نے فرمایا۔ کہ گھبراؤ نہیں۔ یہ بارش تمہاری

مہینوں کی دعاؤں کا نتیجہ

ہے۔ حدیثوں میں آتا ہے۔ کہ جب تازہ بارش ہوتی۔ تو رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم باہر نکل کر مونہہ کھول دیتے۔ اور جب چھینٹا مونہہ میں گرتا تو فرماتے۔ کہ یہ میرے رب کا تازہ انعام ہے (پس محمد مصطفےٰ صلے اللہ علیہ وسلم کو

رمضان میں ہی یہ آواز آئی

اور رمضان میں ہی آپ نے غار حرا سے باہر نکل کر لوگوں کو یہ تعلیم سنانی شروع کی۔ قرآن کریم میں آتا ہے۔ کہ شہر رمضان الذی انزل فیہ القرآن۔ یعنے رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں قرآن اترا۔ اور دوسری جگہ ہے۔ کہ انا انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ وما ادراک ما لیلۃ القدر۔ یعنی قرآن کریم

انزلناہ فی لیلۃ القدر۔ ہم نے اسے رات کو اتارا۔ اور رات تاریکی اور مصیبت پر دلالت کرتی ہے۔ اور اس لئے ان دونوں آیتوں میں یہ بتایا گیا ہے۔ کہ

الہام کا نزول

تکالیف اور مصائب کے ایام میں ہوا کرتا ہے۔ جب تک کوئی قوم مصائب اور شدائد سے دوچار نہیں ہوتی۔ جب تک ان کے دن راتیں نہیں بن جاتے۔ جب تک وہ بھوک اور پیاس کی شدت سے تکلیف نہیں اٹھاتی۔ جب تک جسم اندر اور باہر سے مصیبت نہیں اٹھاتا۔ اس وقت تک خدا کا کلام نازل نہیں ہو سکتا۔ اور اس ماہ کے انتخاب میں اللہ تعالیٰ نے مسلمانوں کو یہ بتایا ہے۔ کہ اگر اپنے اوپر الہام الٰہی کا دروازہ کھلا رکھنا چاہو۔ تو ضروری ہے کہ تکالیف اور مصائب سے گزرو۔ اس کے بغیر الہام نہیں مل سکتا۔ پس

رمضان کلام الٰہی کو یاد کرانے کا مہینہ

ہے۔ اسی لئے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔ کہ اس میں قرآن کریم کی تلاوت زیادہ کرنی چاہیئے۔ اور اسی لئے ہم یہاں اس مہینہ میں

درس کا انتظام

کرتے ہیں۔ اور علاوہ درس کے بھی احباب کو چاہیئے کہ اس مہینہ میں زیادہ تلاوت کیا کریں۔ اور معانی پر غور کیا کریں۔ تا ان کے اندر

قربانی کی وہ روح

پیدا ہو جس کے بغیر کوئی قوم ترقی نہیں کر سکتی۔ یاد رکھو کہ پہلے تمہارے دن راتیں بنیں گے۔ پھر خدا تعالیٰ کا کلام نازل ہوگا۔ یہ مہینہ بتاتا ہے۔ کہ جو چاہتا ہے۔ کہ دنیا کو فتح کرے۔ اس کے لئے ضروری ہے۔ کہ غار حرا کی علیحدگی میں جائے۔ دنیا چھوڑے بغیر نہیں مل سکتی۔ پہلے اس سے علیحدگی اختیار کرنی ضروری ہوتی ہے۔ اور پھر یہ قبضہ میں آتی ہے۔ وہ قبضہ جسے

لیلۃ القدر میں اتارا گیا ہے۔ رمضان رمض سے نکلا ہے۔ جس کے معنی عربی میں

جلن اور سوزش

کے ہیں۔ خواہ دھوپ کی ہو۔ خواہ بیماری کی۔ اور اس لئے

رمضان کا مطلب

یہ ہوا۔ کہ ایسا موسم جس میں سختی کے اوقات اور ایام ہوں۔ ادھر فرمایا۔ انا

الٰہی قبضہ و تصرف

کہتے ہیں۔ اور جہاں تک اس قبضہ کا تعلق ہے دنیا اسی کے پاؤں پر گرتی ہے۔ جو اس سے دور بھاگتا ہے ایک دنیوی قبضہ ہوتا ہے۔ جیسا دجال کا ہے۔ اس کے لینے کا سیدھا یہی طریق ہے کہ اپنے آپ کو دنیا کے لئے وقف کر دیا جائے۔ لیکن جو خدا کا ہو کر اس پر قبضہ کرنا چاہے وہ اسی صورت میں کر سکے گا۔ جب اسے چھوڑ دیگا۔ مگر ابوجہل نے دنیا کے لئے کسب کر کے اسے حاصل کیا۔ مگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اسے چھوڑ دیا۔ اور پھر یہ آپ کو مل بھی گئی۔ بلکہ ابوجہل سے زیادہ مل گئی۔ ابوجہل زیادہ سے زیادہ ایک رئیس تھا۔ مگر آپ اپنی زندگی میں ہی

سارے عرب کے بادشاہ

ہو گئے۔ اور آج ساری دنیا کے بادشاہ ہیں۔ تو جو دنیا رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ملی۔ وہ ابوجہل کو کہاں حاصل تھی۔ مگر ابوجہل کو جو ملا۔ دنیا کمانے سے ملا۔ لیکن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو جو ملا۔ وہ دنیا چھوڑنے سے ملا۔ پس روحانی جماعتوں کو دنیا۔ دنیا چھوڑ دینے سے ملتی ہے۔ اور دنیوی لوگوں کو دنیا کمانے سے دنیا ملتی ہے۔ پس رمضان ہمیں توجہ دلاتا ہے کہ اگر مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے۔ تو ضروری ہے۔ کہ

شدائد اور مصائب قبول کرو

راتوں کی تاریکیاں قبول کرو۔ اور ان چیزوں سے گھبراؤ ہرگز نہیں۔ یہ کامیابی کا گر ہے۔ اور اسی رستے سے تم بھی خدا تک پہنچ سکتے ہو۔ پس میں

احباب کو توجہ

دلاتا ہوں۔ کہ جو مشکلات اس وقت ہمارے سامنے ہیں۔ اور جن کے متعلق میں گذشتہ خطبات میں تفصیل سے بیان کر چکا ہوں۔ ان سے گھبرائیں نہیں۔ اور اس سلسلہ میں جو قربانیاں بھی کرنی پڑیں۔ وہ کریں۔ اور اس میں کوئی گھبراہٹ محسوس نہ کریں۔ کیونکہ یہ ترقی کے لئے ضروری ہیں۔ دشمن زیادہ سے زیادہ تمہیں جو نقصان پہونچا سکتا ہے وہ یہی ہے کہ مار دے۔ مگر وہ موت جو خدا کی راہ میں نصیب ہو

بہترین زندگی

ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔ کہ جو لوگ خدا کی راہ میں مارے جائیں۔ انہیں مردہ مت کہو۔ کیونکہ وہ زندہ ہیں۔ در اصل ان مشکلات سے نیک و بد میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ سست لوگ ہوشیار ہو جاتے ہیں۔ جب میں ابھی خطبات بیان کر رہا تھا۔ تو

چاروں طرف سے لبیک لبیک

اور ہم تیار ہیں کی آوازیں آرہی تھیں۔ مگر جب میں نے تفاصیل کو بیان کیا۔ تو بعض جماعتیں بالکل خاموش ہو گئیں۔ اور پہلی لبیک کو بھول گئیں۔ اور بعض نے اخلاص کا ایسا نظارہ دکھایا۔ کہ میرے ذہن میں بھی نہ آسکتا تھا۔ اور اس طرح ایک امتیاز ہو گیا۔ سب سے زیادہ قربانی کی مثال اور اعلیٰ نمونہ

قادیان کی جماعت

نے دکھایا ہے۔ دشمن اعتراض کرتے ہیں۔ کہ یہاں منافق جمع ہیں۔ ان کو معلوم ہونا چاہئے کہ منافق ایسی شاندار قربانیاں نہیں کر سکتے۔ یہاں کی احمدی آبادی سات ہزار کے قریب ہے پنجاب میں احمدیوں کی آبادی سرکاری مردم شماری کے رو سے ۱۹۳۱ء میں ۵۶ ہزار تھی۔ جو بہت کم ہے لیکن اگر ہم اسی کو درست سمجھ کر آج ۷۰ ہزار بھی سمجھ لیں۔ تو گویا قادیان کی جماعت سارے پنجاب کا دسواں حصہ ہے لیکن ۷½ ہزار روپیہ کی تحریکات میں

قادیان کی جماعت کی طرف سے پانچ ہزار روپیہ

نقد اور وعدوں کی صورت میں آیا ہے۔ اور ایسے ایسے لوگوں نے اس میں حصہ لیا ہے کہ دیکھ کر حیرت ہوتی ہے۔ اگرچہ مجھے افسوس ہے کہ بعض لوگ ایسے بھی ہیں جو زیادہ حصہ لے سکتے تھے مگر کم لیا ہے مگر ایک خاصی تعداد ایسے لوگوں کی ہے جنہوں نے اپنی

کس کس رقم سے تحریک جدید میں شمولیت کی جا سکتی ہے

حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ کے قلم سے

۱۔ چار تحریکات ہیں۔ دو کے لئے سو سو اور دو کے لئے پچاس پچاس کی رقم آسودہ حال لوگوں کے لئے مقرر ہے۔ پس جو شخص کم سے کم حصہ پوری مقدار پر لینا چاہے۔ یا لے سکتا ہو اسے تین سو روپیہ یا اس سے زائد پہلے سال کی کل تحریک میں چندہ دینا چاہیئے۔

۲۔ جو شخص اس قدر توفیق نہ رکھتا ہو۔ وہ سو روپیہ کسی ایک مد میں چندہ دے کر باقی مدات میں تھوڑی تھوڑی رقوم دیکر ساری تحریکات کے ثواب میں حصہ لے سکتا ہے۔

۳۔ تیسرے درجہ پر یہ بھی ہو سکتا ہے۔ کہ سو روپیہ سب تحریکات میں دیدے۔

۴۔ جو لوگ آسودہ حال نہیں۔ یا جن کی موجودہ حالت اچھی نہیں۔ وہ سو سے کم بھی چندہ دے سکتے ہیں۔ یہ لوگ اگر پورا حصہ لینا چاہیں۔ تو یوں لے سکتے ہیں کہ دس دس کی دونوں تحریکات میں بیس بیس اور پانچ پانچ کی دونوں تحریکوں میں دس دس کی رقوم ادا کریں۔ یہ ساٹھ روپیہ ہوا اس سے کم توفیق والے دوست ہر تحریک میں دس دس اور پانچ پانچ دیکر تیس روپیہ کی رقم سے اس میں شامل ہو سکتے ہیں۔

۵۔ جو لوگ سب تحریکوں کے ادنیٰ درجہ میں بھی شامل نہ ہو سکیں وہ تین یا دو۔ یا ایک میں بھی حصہ لے سکتے ہیں یعنی خواہ دونوں دس دس اور دونوں پانچ والیوں میں سے کوئی سی تین۔ یا دو۔ یا ایک چن کر ان میں شامل ہو جائیں

۶۔ قادیان کے غرباء اس طرح بھی کر رہے ہیں۔ کہ اگر اکٹھے دس یا پانچ نہیں دے سکتے۔ تو دس دس پانچ پانچ مل کر ایک روپیہ ماہوار یا آٹھ آنہ ماہوار ڈالکر ہر ماہ میں قرعہ ڈال لیتے ہیں اور اس کی رقم قرعہ والے کے نام سے جمع کرا دیتے ہیں۔ لیکن ان لوگوں کیلئے بھی اسوقت نام اور رقم لکھوانا ضروری ہے۔

مرزا محمود احمد خلیفۃ المسیح

حیثیت اور طاقت سے زیادہ

حصہ لیا ہے۔ بعض لوگ تو ایسے ہیں۔ جنہوں نے اپنا

سارا اندوختہ

دے دیا ہے بعض ایسے ہیں جن کی چار چار یا پانچ پانچ روپیہ کی آمدنیاں ہیں۔ اور انہوں نے کیٹیاں ڈال کر اس میں حصہ لیا۔ یا کوئی جائداد فروخت کر کے جو کچھ جمع کیا ہوا تھا۔ وہ سب کا سب دے دیا ہے۔ باہر کی جماعتوں میں سے بعض کے جواب آ گئے ہیں اور بعض کے ابھی نہیں آئے۔ اور نہ ہی آ سکتے تھے۔ مگر بظاہر حالات معلوم ہوتا ہے۔ کہ قادیان کی جماعت بڑھ جائے گی مجھے خوشی ہے۔ کہ قادیان کی جماعت نے حسب دستور اس موقعہ پر بھی

اعلےٰ درجہ کا نمونہ

دکھایا ہے۔ اور جو لوگ یہاں کے رہنے والوں پر اعتراض کیا کرتے ہیں۔ ان کے لئے یہ کافی جواب ہے۔ کہ جب خدا کے دین کے لئے قربانی کا سوال پیش ہوتا ہے۔ تو یہی لوگ سب سے زیادہ اعلےٰ نمونہ دکھاتے ہیں۔ اس میں شک نہیں۔ کہ باہر سے تکالیف کو دیکھ کر یہاں بعض منافق بھی آ جاتے ہیں۔ ان کے علاوہ یہاں چونکہ احمدیہ جماعت کی کثرت کی وجہ سے کچھ عرصہ پہلے بعض قسم کے مظالم سے لوگ بچے رہتے تھے۔ اس وجہ سے

بعض گھروں کی نسلوں میں خرابی

پیدا ہو کر بعض جوانوں میں نفاق پیدا ہو گیا تھا۔ مگر یہ لوگ بہت کم تعداد میں ہیں۔ ان کے نمایاں نظر آنے کی وجہ یہ ہے۔ کہ جیسے سفید رنگ کے کپڑے پر سیاہی کا ایک داغ بھی نمایاں دکھائی دیتا ہے۔ مگر کالی چیز پر اگر توے کی ساری سیاہی مل دو۔ تو بھی معلوم نہ ہوگی۔ اسی طرح یہاں کے منافق بالکل اسی طرح نظر آتے ہیں۔ جس طرح

سفید کپڑے پر سیاہی کا دھبہ

وہ اسی لئے نمایاں ہیں۔ کہ یہاں سفیدی زیادہ ہے۔ باہر کی جماعتوں کو یہاں کی جماعت پر ایک فضیلت ہے۔ کہ وہ ہر وقت دکھوں میں رہتی ہیں۔ اور اس وجہ سے وہاں منافق نہیں ٹھہر سکتے اور باہر کے دوست جب قادیان آتے ہیں۔ تو یہاں کے منافق انہیں نمایاں نظر آتے ہیں۔ جو ہر وقت اعتراض کرتے رہتے۔ اور باہر سے آنے والوں کو غلط فہمیوں میں مبتلا کرنے کی کوشش میں لگے رہتے ہیں۔

باہر کی جماعتوں میں سے بھی بعض نے

اخلاص کا عمدہ نمونہ

دکھایا ہے۔ اور بعض نے تو اتنی ہوشیاری سے کام لیا ہے۔ کہ حیرانی ہوتی ہے۔ مثلاً

لاہور چھاؤنی کی جماعت

کا وعدہ قادیان کی جماعت کے وعدہ کے ساتھ ہی پہنچ گیا تھا۔ کوئی دوست یہاں سے خطبہ سن کر گیا۔ اور اس سے سن کر دوست فوراً اکٹھے ہوئے اور تحریک میں شامل ہو گئے۔ اور جس وقت مجھے قادیان والوں کی رپورٹ ملی۔ اسی وقت لاہور چھاؤنی کی مل گئی۔ مگر بعض جماعتیں لاہور چھاؤنی کے پہلو میں اور اس کے رستہ میں ایسی ہیں۔ جنہوں نے تاحال توجہ نہیں کی۔ یہ سستی یا چستی کا سوال ہے۔ خبر کے جلد یا بدیر پہنچنے کا نہیں۔ سرسری اندازہ یہ ہے۔ کہ

چودہ دن کے اندر اندر پندرہ ہزار

کے قریب وعدے اور نقد روپیہ آ چکا ہے۔ جس میں سے چار ہزار کے قریب نقد ہے۔ اور ابھی جماعت کا بہت سا حصہ خصوصاً وہ لوگ جن کی آمدنیاں زیادہ ہیں خموش ہے یا اس انتظار میں ہے۔ کہ جماعت کے ساتھ وعدہ بھجوائیں گے۔ لیکن دوسری طرف متوسط طبقہ سے تعلق رکھنے والے یا غرباء میں سے بعض ایسے ہیں۔ کہ جن کے پاس پیسہ نہیں تھا۔ اور انہوں نے چیزیں پیش کر دیں اور کہا کہ ہمارا اثاثہ لے لیا جائے۔ اگرچہ ہم نے لیا نہیں۔ کیونکہ میرے

اصل مخاطب امراء

تھے۔ مگر اس سے اتنا پتہ تو لگ سکتا ہے۔ کہ جماعت میں ایسے مخلصین بھی ہیں۔ جو اپنی ہر چیز قربان کر دینے کے لئے تیار ہیں اسی سلسلہ میں مجھے یہ بھی شکایت پہنچی ہے۔ کہ

بعض جماعتوں کے عہدیدار

لوگوں کو یہ کہہ کر خموش کر رہے ہیں۔ کہ جلدی نہ کرو پہلے غور کر لو۔ گویا ان کے غور کا زمانہ ابھی باقی ہے۔ ڈیڑھ دو مہینے سے میں خطبات پڑھ رہا ہوں۔ اور تمام حالات وضاحت سے پیش کر چکا ہوں لیکن ابھی ان کے غور کا موقعہ ہی نہیں آیا۔ یہ مشورہ کوئی نیک مشورہ نہیں۔ یا سادگی پر دلالت کرتا ہے۔ یا شاید بعض خود قربانی سے ڈرتے ہوں۔ اور دوسروں کو بھی اس سے روکنا چاہتے ہوں کہ ان کی سستی اور غفلت پر پردہ پڑا رہے۔ کیا رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں جہاد کے موقعہ پر پہلے غور کیا جاتا تھا۔ اور یہ کہا جاتا۔ کہ جلدی نہ کرو۔ غور کر لو۔ قرآن کریم میں تو اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ

فاستبقوا الخیرات

یعنی دوسروں سے آگے بڑھنے کی کوشش کرو۔ اور جلدی کی کوشش کرو۔ مگر یہ کہتے ہیں۔ کہ ٹھہر جاؤ۔ غور کر لو۔ حالانکہ غور کے لئے پہلے ہی کافی عرصہ مل چکا ہے۔ ایسے عہدیداروں کو یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ ان کی اس تلقین سے جو لوگ سبقت کے ثواب سے محروم رہیں گے۔

ان کا عذاب بھی انہی کی گردنوں پر

ہو گا۔ لیکن میں یہ بھی سمجھتا ہوں۔ کہ اگر کوئی شخص ثواب سے محروم رہتا ہے۔ تو اپنے کسی فعل کے نتیجہ میں رہتا ہے۔ یہ نظام کا کوئی سوال نہیں تھا۔ کہ عہدہ داروں کے ماتحت رہ کر ہی کرنا ضروری تھا۔ ہر شخص اپنے طور پر بھی رقم بھیج سکتا۔ یا اپنا نام لکھوا سکتا تھا اسے کس نے روکا تھا۔ کہ علیحدہ طور پر حصہ لیتا۔ اور جو لوگ کسی ایسی وجہ سے ثواب سے محروم ہیں۔ ان کی اپنی بھی غلطی ہے۔ جماعتی لحاظ سے بعض مقامات سے مجھے اطلاع موصول ہوئی ہے۔ کہ جماعتیں اپنی لسٹیں اکٹھی بھجوائیں گی۔ گویا دیر اس وجہ سے ہے ان جماعتوں پر یا ان کے افراد پر کوئی الزام نہیں۔ مگر ان میں سے بھی بعض مخلصین ایسے ہیں۔ جنہوں نے اس دیر کو بھی برداشت نہیں کیا۔ اور رقمیں بھیج دی ہیں۔ اور جماعت کا انتظار بھی نہیں کیا یہ گو معمولی باتیں ہیں۔ مگر روحانی دنیا میں یہی چیزیں

ثواب بڑھا دینے کا موجب

ہو جایا کرتی ہیں۔ ایسی معمولی باتیں بظاہر ہنسی والی ہوتی ہیں۔ مگر روحانی دنیا میں وہ بہت قیمتی ہوتی ہیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم ایک دفعہ تقریر فرما رہے تھے۔ بعض لوگ کھڑے تھے۔ آپ نے فرمایا بیٹھ جاؤ۔

حضرت عبداللہ بن مسعود رض

گلی میں جلسہ میں شامل ہونے کے لئے آ رہے تھے۔ آپ نے یہ آواز سنی۔ تو وہیں بیٹھ گئے۔ اور گھسٹ گھسٹ کر چلنا شروع کر دیا۔ اب بظاہر یہ کسقدر

مضحکہ خیز بات

ہے۔ کہ ایک شخص اکڑوں بیٹھا ہوا چلتا جا رہا ہے۔ ایک شخص نے انہیں اس حالت میں دیکھا، دریافت کیا کیا کر رہے ہو۔ آپ نے کہا میں نے رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کا ارشاد بیٹھ جانے کے متعلق سنا۔ اور اس خیال سے کہ کیا معلوم وہاں پہنچنے تک جان ہی نکل جائے۔ اور اس کی

تعمیل کا موقعہ

ہی نہ ملے۔ یہیں بیٹھ گیا۔ اب جس شخص نے انہیں اس حالت میں دیکھا۔ وہ تو دل میں ہنستا ہو گا۔ کہ یہ شخص کتنا نادان ہے۔ مگر اسے کیا معلوم کہ یہی حرکت کس قدر

خدا تعالےٰ کے حضور مقبول

تھی۔ کئی باتیں ایسی ہوتی ہیں جنہیں دوسرے جلد بازی سمجھتے ہیں اور ان کے کرنے والوں کے متعلق بعض یہ بھی کہتے ہیں۔ کہ یہ بڑے خیر خواہ بنے پھرتے ہیں۔ مگر یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ

اللہ تعالےٰ بڑا نکتہ نواز ہے

اور وہ ضرور ثواب حاصل کر لیتے ہیں۔ میں نے کسی گزشتہ خطبہ میں بیان کیا تھا۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے ایک صحابی کے سپرد ایک مہمان کیا۔ کہ اسے لے جا کر کھانا کھلاؤ۔ آپ سے ساتھ لے گئے۔ اور بیوی سے پوچھا کہ کھانا ہے۔ اس نے کہا صرف بچوں کیلئے ہی ہے

اس سے زیادہ نہیں۔ انہوں نے کہا۔ کہ یہ ایک تو مہمان ہے اور پھر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کا بھیجا ہوا۔ بیوی نے کہا۔ کہ پھر اس طرح کرتے ہیں۔ کہ میں

بچوں کو یونہی تھپک کر

سُلا دیتی ہوں۔ اس کے بعد دستر خوان بچھا کر کھانا رکھدونگی تم نے کہنا کہ روشنی ذرا اُونچی کر دو۔ اور میں اونچی کرنے کے بہانہ سے گُل کر دوں گی۔ اور پھر معذرت کر دوں گی۔ کہ آگ موجود نہیں۔ اور روشنی کرنے کا کوئی اور سامان بھی نہیں۔ ہمسائیوں کو اس وقت تکلیف دینا مناسب نہیں۔ اس لئے اگر مہمان اندھیرے میں ہی کھانا کھالے۔ تو اس کی مہربانی ہوگی چنانچہ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ بچوں کو سلا دیا۔ اور بتی اونچی کرتے ہُوئے دیا بجھا دیا۔ مہمان سے معذرت کر دی۔ اور اس نے کہا کوئی حرج نہیں۔ میں اندھیرے میں ہی کھا لوں گا۔ اور پھر خود مہمان کے ساتھ بیٹھکر یونہی موُنہہ مارتے رہے۔ اس وقت تک پردہ کا حکم نازل نہ ہُوا تھا۔ اس لئے اس خیال سے کہ مہمان ہتک نہ محسُوس کرے۔ میاں بیوی دونوں اس کے ساتھ دستر خوان پر بیٹھ گئے۔ اور اس طرح مچاکے مارنے شروع کئے۔ کہ گویا کھانے میں بڑا لطف آرہا ہے۔ اللہ تعالےٰ کو ان کی یہ حرکت ایسی پسند آئی۔ کہ رسُول کریم صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم کو

وحی کے ذریعہ اس سے آگاہ

کیا۔ اور جب وُہ صحابی اگلے روز حضوُر کی خدمت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے ہنسکر فرمایا۔ کہ کل رات تو تم نے خوب لطیفہ کیا۔ وُہ صحابی گھبرا گئے۔ کہ شائد میرے متعلق کوئی شکایت کسی نے کر دی ہے۔ مگر آپؐ نے فرمایا۔ کہ تمہاری اس بات کو دیکھ کر اللہ تعالےٰ بھی ہنسا۔ اور میں بھی ہنستا ہوں۔ اللہ تعالےٰ کی ہنسی کے یہ معنے نہیں۔ کہ اس کے دانت اور ہونٹ ہیں۔ بلکہ اس کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ خوش ہُوا۔ اس نے اس نکتہ کو نوازا۔ اور اس کے عوض ان کے نام پر نیکیاں لکھیں تو بعض دفعہ

چھوٹی باتیں بھی خدا کو پیاری

لگتی ہیں۔ سبقت کرنے والوں کی بعض باتیں بظاہر بے وقوفی کی ہوتی ہیں۔ مگر اللہ تعالےٰ کے نزدیک وُہ بہت مقبول ہوتی ہیں ہاں اگر ان کے اندر ریا ہو۔ تو پھر وُہ لعنت بن کر گلے کا طوق بن جاتی ہیں *

غرض یہ دن جو آتے ہیں۔ یہ اللہ تعالےٰ کے فضل سے

رحمت کا موجب

ہیں۔ اور اگر ان سے فائدہ اٹھایا جائے۔ تو عظیم الشان تغیر ہم اپنے اندر پیدا کر سکتے ہیں۔ اللہ تعالےٰ کی طرف سے بھی بعض ایسی باتیں ظاہر ہو رہی ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ انہیں ہمارے لئے بہت برکت کا موجب بنائے گا۔

ضرورت صرف استقلال کی ہے

اسی استقلال کی۔ جو اس رمضان والے نے دکھایا۔ اسے ہر روز دق کیا جاتا۔ اور سمجھ لیا جاتا۔ کہ اب اسکی زبان ہم نے بند کر دی مگر دُوسرے روز محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم پھر وُہی بات پیش کر دیتے۔ پس ضرورت ہے۔ کہ دُنیا ہم کو بے شرم کہے۔ بے حیا کہے پاگل کہے۔ لوگ کہیں۔ کہ یہ بہت بے شرم ہیں۔ ہم نے ان کو سَو دفعہ منع کیا ہے۔ کہ ہمارے سامنے یہ باتیں نہ کیا کرو۔ مگر باز نہیں آتے۔ یہ پاگل ہو گئے ہیں۔ اور ان میں عقل کی کمی ہے۔ جب یہ بات پیدا ہوگی۔ تو پھر

اللہ تعالےٰ کا کلام

نازل ہوگا۔ قرآن کریم کے بعد کسی نئے کلام کی تو ضرورت نہیں اور جو نیا اُترے بھی۔ وُہ اسی کے تابع ہوتا ہے۔ اس لئے کلام الہٰی کے نزول سے میرا مطلب یہ ہے۔ کہ یہی کلام دوبارہ انسان کے دل پر اُترتا ہے۔ جو اس غار حرا والے کی اتباع کرے۔ اس پر ایسے ایسے

قرآن کریم کے معارف

کھولے جاتے ہیں۔ کہ وُہ خود حیران رہ جاتا ہے۔ کہ یہ قرآن تو پہلے بھی موجود تھا۔ مگر اب تو یہ بالکل نیا معلوم ہوتا ہے حضرت مسیح موعود علیہ السلام سے قبل دُنیا میں قرآن تو موجود تھا۔ مگر کس کام آتا تھا۔

ایک مصری عالم

نے ایک مضمون لکھا تھا۔ کہ ہمارے ملک میں قرآن کس کام آتا ہے۔ لوگ اسے اچھے اچھے غلافوں میں لپیٹ کر طاقچوں میں رکھ چھوڑتے ہیں۔ اور کبھی گرد بھی نہیں جھاڑتے۔ یا کسی نے بہت کیا۔ تو کسی وقت اٹھایا۔ اور بوسہ لے کر پھر وہیں رکھدیا۔ یا جھُوٹ کو سچ کرنے کے لئے عدالت میں اس پر ہاتھ رکھ کر سنجیدگی سے قسم کھائی۔ یا جب کوئی مر جائے۔ اور قرآن شریف سے فائدہ اٹھانے کا وقت اس کے لئے گزر جائے۔ تو کسی کو پیسے دے کر اسکی قبر پر پڑھوا دیا۔ ہمارے اپنے ملک میں بھی لوگ آٹھ آٹھ آنے اور چار چار آنے لے کر

قرآن کریم کی جھوٹی قسمیں

کھاتے ہیں۔ اور اس حد تک اس سے ناواقف ہیں۔ کہ کسی جج نے کسی مسلمان زمیندار سے پوچھا کہ کیا قرآن اٹھا سکتے ہو اس نے کہا۔ کہ حضوُر اگر بوجھ ایک من تک ہوا۔ تو تو اٹھالو نگا لیکن چونکہ بوڑھا ہو گیا ہوں۔ اس لئے اس سے زیادہ نہ اٹھا سکونگا گویا قرآن اٹھانے کے لئے جسمانی طاقت کو دیکھتے ہیں۔ کہ کتنا بوجھ اٹھا سکتی ہے۔ یہ نہیں دیکھا جاتا۔ کہ

جھُوٹی قسم کا بوجھ

اٹھانے کی طاقت رُوح میں ہے۔ یا نہیں۔ تو قرآن کی حقیقت باقی نہ تھی اس کے مضامین کو اس قدر بگاڑا جا چکا تھا۔ کہ وُہ بجائے قابلِ فخر ہونے کے قابل نفرت ہو گئے تھے لیکن حضرت مسیح موعود علیہ السّلام نے اس

غارِ حرا والے کے نقش قدم پر

چل کر قربانی کی۔ اس کا کیا نتیجہ نکلا۔ وُہی قرآن آپ کے ہاتھ میں تھا۔ مگر وُہ اژدہا بن گیا۔ ان حشرات الارض کے لئے جن کے وجُود سے دُنیا کو پاک کرنا ضروری تھا۔ وُہ تلوار بن گیا۔ ان دجالی لوگوں کے لئے جن کا زندہ رہنا دُنیا کی تباہی کا موجب تھا۔ ہم قرآن کو جہاں سے بھی کھولتے ہیں۔ اسے

نور۔ بیّنات اور فرقان

سے پُر دیکھتے ہیں۔ لوگ پوچھتے ہیں۔ کہ قرآن میں ہے کیا ہم اپنے نفس سے پوچھتے ہیں۔ کہ کونسی آیت قرآن کریم کی ایسی ہے جس کے مطالب و معانی کبھی ختم ہو سکتے ہیں۔ انہیں قرآن میں کوئی چیز نظر نہیں آتی۔ اور ہمیں اس کے

خزانوں کی انتہا

دکھائی نہیں دیتی۔ ان کے لئے وُہ ایک سیاہ توا ہے۔ جسے چھوتے ہی ہاتھ موُنہہ کالا ہو جاتا ہے۔ مگر ہمارے لئے وُہ

سوُرج سے بھی زیادہ چمکتا ہُوا نور

ہے۔ ان کے لئے وُہ ایک زہر ہے۔ ایمان کو ہلاک کر دینے والا۔ ان میں سے جو لوگ اسے پڑھتے ہیں۔ وُہ زیادہ گمراہ زیادہ دھوکا باز زیادہ فریبی۔ اور زیادہ حریص ہوتے ہیں۔ مگر ہمارے لئے یہ تریاق ہے۔ تمام روحانی بیماریوں کے لئے یہ فرق کیوں ہے۔ اس لئے کہ ہمارے آقا۔ ہمارے ہادی اور ہمارے امام نے محمد رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کے ذریعہ آپ سے ہی قرآن سیکھا۔ پھر وُہ علم آپ سے ہمیں پہنچا۔ اور اسوجہ سے ہم کہہ سکتے ہیں۔ کہ قرآن ہمارے لئے نیا نازل ہوا۔

پس ان مصائب میں قرآن حاصل ہوتا ہے۔ اور ہم اگر ان سے فائدہ اٹھائیں۔ تو قرآن حاصل کر سکتے ہیں۔ اور ظاہر ہے کہ وُہ مصائب جنکے بدلے میں

اللہ تعالےٰ کا تازہ کلام

حاصل ہو۔ ان سے زیادہ قیمتی چیز اور کیا ہو سکتی ہے۔ اسے تو اگر جان دے کر بھی لیا جائے۔ تو سستی ہے۔ پس رمضان ہمیں ہدایت کرتا ہے کہ ہمیں دُنیا کے لئے قربانی کرنی چاہیئے۔ اور مشکلات و مصائب سے گھبرانا اور ڈرانا ہرگز نہیں چاہتے۔ خدا کے لئے

اپنے اوپر موت وارد کر لینے

اور نار کی قبول کر لینے کے سوا خدا کو ہم نہیں پا سکتے۔ اس لئے ہمارے دوست اس ظاہری رمضان سے بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھائیں۔ تا جو روحانی رمضان ہم پر آیا ہُوا ہے۔ اس سے بھی زیادہ سے زیادہ فائدہ اٹھایا جا سکے

اللہ تعالےٰ قرآن کریم میں فرماتا ہے۔ کہ ہم نے رمضان اس لئے نازل کیا ہے۔ تا لوگوں کو سہولت پہنچے۔ اور وہ تنگی سے بچ جائیں۔ لیکن ہم دیکھتے ہیں۔ بظاہر ان دنوں میں زیادہ تنگی ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ یریدُ اللّٰہ بکم الیسر ولا یرید بکم العسر۔ ہم یہ برداشت نہیں کر سکتے تھے۔ کہ تم ایمان لاؤ اور پھر تنگیوں میں بسر کرو۔ اس لئے ہم نے روزے فرض کئے تا

تمہاری تنگیاں دور ہوں

یہ ایسا نکتہ ہے۔ جو مومن کو مومن بناتا ہے۔ اور جو یہ ہے۔ کہ روزہ میں بھوکا رہنا یا دین کے لئے قربانی کرنا انسان کے لئے کسی نقصان کا موجب نہیں۔ بلکہ سراسر فائدہ کا باعث ہے۔ جو یہ خیال کرتا ہے۔ کہ رمضان میں انسان بھوکا رہتا ہے۔ وہ قرآن کی تکذیب کرتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ تم بھوکے تھے۔ ہم نے رمضان مقرر کیا۔ تا تم روٹی کھاؤ۔ پس معلوم ہوا کہ روٹی یہی ہے۔ جو خدا کھلاتا ہے۔ اور اصل زندگی اسی سے ہے۔ اس کے سوا جو روٹی ہے وہ روٹی نہیں۔ پتھر ہیں۔ جو

کھانے والے کے لئے ہلاکت کا موجب

ہیں۔ مومن کا فرض ہے کہ جو لقمہ اس کے مونہہ میں جائے۔ اس کے متعلق پہلے دیکھ کہ وہ کس کے لئے ہے۔ اگر تو وہ خدا کے لئے ہے۔ تو وہی روٹی ہے۔ اور اگر نفس کے لئے ہے۔ تو وہ روٹی نہیں۔ جو کپڑا خدا کے لئے پہنا جائے وہی لباس ہے۔ جو نفس کے لئے پہنتا ہے۔ وہ ننگا ہے۔ دیکھو کیسے

لطیف پیرایہ میں

بتایا ہے۔ کہ جب تک خدا کے لئے تکالیف اور مصائب برداشت نہ کرو۔ تم سہولت نہیں اٹھا سکتے۔ اس سے ان لوگوں کے خیال کا بھی ابطال ہو جاتا ہے۔ جو بقول حضرت مسیح موعود علیہ السلام رمضان کو موٹے ہونے کا ذریعہ بنا لیتے ہیں۔ حضور فرمایا کرتے تھے۔ کہ بعض لوگوں کے لئے تو رمضان ایسا ہی ہوتا ہے۔ جیسے

گھوڑے کے لئے خوید

وہ ان دنوں میں خوب گھی مٹھائیاں اور مرغن اغذیہ کھاتے ہیں اور اسی طرح موٹے ہو کر نکلتے ہیں۔ جس طرح خوید کے بعد گھوڑا۔ یہ چیز بھی

رمضان کی برکت کو کم کرنے والی

ہماری جماعت کے دوستوں نے عام اقرار کیا ہے۔ کہ غذا کو سادہ کر دیں گے۔ اور صرف ایک سالن پر گزارہ کریں گے۔ اس میں شک نہیں کہ اس پر عمل میں نے ہر ایک کی مرضی پر چھوڑا ہے۔ اور یہ تحریک اختیاری ہے۔ مگر میں سمجھتا ہوں۔ یہ

اختیار صرف نیکی کو زیادہ کرنے کے لئے

ہے۔ ورنہ جو احمدی اسے اختیار نہیں کرتا۔ وہ نیکی سے محروم رہتا ہے۔ اس لئے دوستوں کو رمضان کے مہینہ میں خاص طور پر اس اقرار کے متعلق احتیاط برتنی چاہیئے۔

افطار میں تنوع

اور سحری میں تکلفات نہیں کرنے چاہئیں۔ اور یہ نہیں خیال کرنا چاہیئے۔ کہ سارا دن بھوکے رہے ہیں۔ اب پُرخوری کر لیں۔ رسول کریم صلے اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں صحابہ کرام افطار وغیرہ کے لئے کوئی تکلفات نہ کرتے تھے۔ کوئی کھجور سے کوئی نمک سے بعض پانی سے اور بعض روٹی سے افطار کر لیتے تھے۔ اور ہمارے لئے ضروری ہے۔ کہ ہم بھی

اسی طریق کو پھر سے جاری

کریں۔ جبکہ دین کے لئے خدا تعالےٰ وہی زمانہ پھر لایا ہے۔ اور اس کے لئے طرح طرح کے مصائب ہیں۔ (بے شک ذاتی طور پر ہمارے لئے کوئی مصیبت نہیں۔ لیکن جب دین کے لئے مصیبت ہے تو وہ ہمارے لئے ہے) اور خدا تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ ہم وہی دن یاد کریں۔ جب قرآن نازل ہوا تھا۔ تو ہمارے لئے بھی وہی طریق اختیار کرنا ضروری ہے۔ جو ان دنوں میں تھا۔

پھر اللہ تعالےٰ فرماتا ہے ولتکملوا العدۃ۔ یعنی اللہ تعالیٰ چاہتا ہے۔ کہ گنتی پوری کرو۔ مفسرین نے اس کے یہ معنی کئے ہیں اور میں خود بھی کبھی کبھی یہ معنی کیا کرتا ہوں۔ اور وہ بھی صحیح ہیں۔ کہ اللہ تعالےٰ نے رمضان اس لئے مقرر کر دیا۔ کہ تا دن پورے ہو جائیں۔ اگر یونہی حکم دے دیتا۔ کہ

روزے رکھو

تو کوئی دس رکھ لیتا کوئی بیس۔ کوئی کم کوئی زیادہ۔ اس لئے اللہ تعالےٰ نے ایک مہینہ مقرر کر دیا۔ کہ تا گنتی پوری ہو جائے۔ ظاہر میں اس کے یہ معنی بھی ہیں۔ مگر یہ بھی اس کا مطلب ہے۔ کہ

اصل زندگی انسان کی

وہی ہے جو نیکی میں گزرے۔ جو دنیا کے لئے عمر کا حصہ گزرے وہ باطل ہے۔ اور اس لحاظ سے اس کے یہ معنی ہیں۔ کہ ہم نے روزے اس لئے رکھے ہیں۔ کہ تا تم اپنی عمر پوری کر لو۔ جو لوگ دنیا میں ہی معروف رہتے ہیں۔ وہ گویا زندہ ہوتے ہی نہیں۔ وہ اس دنیا میں ہی مر گئے۔ اور من کان فی ھٰذہٖ اعمٰی فھو فی الاخرۃ اعمٰی جو اس دنیا میں اندھا ہے وہ اگلے جہان میں بھی اندھا ہی ہوگا۔ اسی طرح روحانیت سے عاری لوگوں کو

قرآن کریم میں مردہ

قرار دیا گیا ہے۔ پس اللہ تعالےٰ فرماتا ہے۔ کہ ہم نے روزے مقرر کئے ہیں۔ تا تم دنیا میں اپنی مقررہ عمر بسر کر لو۔ چونکہ بنی نوع انسان کے لئے کھانا پینا لازمی ہے۔ اس لئے سارا سال تو روزے رکھے نہ جا سکتے تھے۔ اللہ تعالےٰ نے اس اصل کے مطابق کہ ایک نیکی کا ثواب

کم سے کم دس گنے

ملتا ہے۔ ایک ماہ کے روزے مقرر کر دیئے۔ اور اس طرح رمضان سارے سال کے

روزوں کا قائمقام

ہو گیا۔ اور جس نے اس میں روزے رکھ لئے۔ اس نے گویا

سارے سال کے روزے

رکھ لئے۔ اور اس طرح اس کی زندگی واقعی زندگی ہو گئی۔

پھر فرمایا۔ ولتکبروا اللّٰہ علیٰ ما ھدٰکم یہ دن اس لئے ہیں۔ کہ تا اللہ تعالےٰ کی ہدایت پر اس کی تکبیر کرو۔ یہ نہیں کہ شکوہ کرو۔ کہ ہمیں بھوکا رکھا۔ بلکہ یہ سمجھو کہ بڑا احسان کیا کہ روزہ جیسی نعمت ہمیں عطا کی۔ یہاں

مومن کا نقطۂ نگاہ

واضح کیا گیا ہے۔ کہ اسے قربانی کا جو موقعہ ملے۔ وہ اسے اللہ تعالےٰ کا فضل سمجھتا ہے۔ اور جس قوم کا یہ نقطۂ نگاہ ہو جائے۔ پھر اسے کوئی تباہ نہیں کر سکتا۔ اور وہ ضرور کامیاب ہو کر رہتی ہے۔ ایسی قوم

حقیقی معنوں میں زندہ قوم

ہو جاتی ہے۔ جب ایک شخص کے دل میں یہ خیال ہو۔ کہ مجھ پر جو دینی ذمہ واریاں ہیں۔ وہ

اللہ تعالےٰ کا احسان

ہیں۔ تو وہ اس کی بڑائی کرے گا۔ اور جو

خدا کی بڑائی

کرے۔ خدا اس کی بڑائی کرتا ہے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالےٰ نے ہمیں حکم دیا ہے۔ کہ تمہیں جو کوئی تحفہ دے۔ تم اسے

اس سے بہتر واپس

کرو۔ اور جب ہمیں یہ حکم دیا۔ تو کیونکر ہو سکتا ہے۔ کہ اللہ تعالےٰ خود ایسا نہ کرے۔ انسان اس کی خدمت میں تحفہ پیش کرے۔ اور وہ اس سے بہتر اسے نہ دے پس جو خدا کی بڑائی کرتا ہے۔ خدا ضرور اس کی بڑائی کرتا ہے۔ مگر شرط یہ ہے۔ کہ

تکبیر صرف مونہہ سے

نہ ہو۔ جیسے احراری کرتے ہیں۔ وہ بھی اللہ اکبر کے نعرے لگاتے ہیں۔ مگر در اصل وہ اللہ اکبر نہیں۔ بلکہ اللہ اصغر کہتے ہیں۔ کیونکہ ان کی کوششیں

خدا کا نام

اونچا کرنے کے لئے بلکہ نیچا کرنے کے لئے ہوتی ہیں۔ وہ پورا زور لگا رہے ہوتے ہیں۔ کہ

دین ذلیل اور بدنام

ہو۔ وہ یہ ظاہر کرتے ہیں۔ کہ اسلام ایسا مذہب ہے جس کے پیرو

اوباش اور آوارہ لوگ

ہی ہوتے ہیں جو دوسروں کو گالیاں دیتے اور پتھر مارتے ہیں پس اللہ تعالیٰ ایسے نعروں سے خوش نہیں ہو سکتا۔ جس تکبیر سے وہ خوش ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ گالیاں کھاؤ۔ ماریں کھاؤ۔ پتھر کھاؤ۔ اور پھر

اللہ تعالیٰ کی تکبیر

کرو۔ کہ اس نے ہمیں یہ مواقع عطا کئے ہیں۔

حقیقی تکبیر

یہی ہے کہ جتنا زیادہ ظلم ہو۔ اتنا ہی زیادہ انسان اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے۔ کہ مجھ پر اس کے کتنے احسان ہو رہے ہیں جب اس پر مصیبت نازل ہو۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تکبیر کرے۔ اور اس کی بڑائی بیان کرے۔ ایسے شخص کی تکبیر کے بدلہ میں اللہ تعالیٰ اس کو بڑھاتا اور اس کی بڑائی کرتا ہے۔ ورنہ منہ کی تکبیریں کسی کام نہیں آ سکتیں۔ پھر فرمایا۔ ولعلکم تشکرون۔ یہ رمضان ہم نے اس لئے اتارا ہے۔ کہ تم شکر گذار بنو۔ یعنی

تکبیر کے بعد شکر

کرو۔ کہ خدا نے اپنی تکبیر کی توفیق دی۔ اور پھر اس بات کا شکر کرو۔ کہ خدا نے اپنے شکر کی توفیق دی۔ اور پھر اس

شکر کی توفیق ملنے پر شکر

کرو۔ اور اس طرح اللہ تعالیٰ کے شکر کا یہ ایسا لامتناہی سلسلہ شروع ہو جائے گا۔ کہ انسان

ہر وقت اسی کے دروازہ پر

گرا رہے گا۔ اور اس غلام کی طرح ہو جائے گا۔ جو کسی صورت میں اپنے آقا کو نہیں چھوڑ سکتا۔ اور یہی وہ بندے ہیں۔ جن کے متعلق فرمایا۔ واذا سألك عبادی عنی فانی قریب اجیب دعوۃ الداع اذا دعان۔ اور جس کے اندر یہ حالت پیدا نہیں ہوتی۔ وہ

خدا کا بندہ نہیں شیطان کا بندہ

ہے۔ لیکن جو بندے ایسے ہوں۔ کہ ابتلاء آنے اور تکلیف نازل ہونے پر خوش ہوں۔ اور ان کی مثال لقمان کی سی ہو جائے۔ جن کے متعلق آتا ہے۔ کہ ان کے آقا کے پاس بے موسم کا خربوزہ آیا۔ چونکہ آقا کو آپ سے بہت محبت تھی۔ اس نے کاٹ کر آپ کو ایک قاش دی۔ اور آپ نے مزے سے کھالی۔ اس نے ایک اور دی۔ اور وہ بھی آپ نے اس طریق سے کھائی۔ کہ گویا بہت مزیدار ہے۔ اس پر اس نے خود بھی ایک قاش منہ میں ڈالی تو وہ سخت کڑوی تھی۔ اس نے کہا کہ آپ نے مجھے بتایا کیوں نہیں۔ کہ یہ کڑوی ہے۔ اور حیرت سے کہا کہ تم پر میں نے اتنا ظلم کیا۔ اور تم نے بتایا تک نہیں۔ کہ یہ سخت کڑوی ہے۔ آپ نے کہا کہ میں نے

آپ کے ہاتھ سے اس قدر میٹھی قاشیں

کھائی ہیں۔ اور اگر ایک دو کڑوی کھانے پر منہ بناتا۔ تو مجھ سے زیادہ بے حیا کون ہوتا۔ یہی

سچے مومن کی علامت

ہے۔ اسے جب ٹھوکر لگتی ہے۔ جب قربانی کرنی پڑتی ہے لوگ تو سمجھتے ہیں۔ کہ اس پر مصیبت آئی ہے۔ مگر وہ سمجھتا ہے۔ کہ

مجھ پر میرے رب کا احسان

ہوا ہے۔ کتے کو دیکھو۔ مالک ناراض ہو کر ٹھوکریں مارتا ہے مگر وہ پھر بھی اس کے بوٹ چاٹتا ہے تو کیا

وفادار انسان کے اندر کتے جتنی وفا

بھی نہیں ہونی چاہیئے۔ یہی وفاداری ہے جو اگر انسان کے اندر پیدا ہو جائے۔ تو وہ خدا کا بندہ بن جاتا ہے۔ غلام کو دیکھو۔ اس کا آقا خواہ کتنا اسے دھتکارے۔ وہ اس کے مکان سے باہر نہیں جا سکتا۔ آج کل غلام تو نہیں ہوتے۔ مگر بعض زمینداروں کے گھروں میں اس کی مثال ملتی ہے۔ خاوند بعض اوقات ناراض ہو کر بیوی سے کہہ دیتا ہے کہ نکل جا میرے گھر سے۔ مگر کیا وہ نکل جاتی ہے۔ نہیں بلکہ اگر وہ نکلنے بھی لگے۔ تو خاوند خود ہی جھپٹ جائے۔ کہ کہاں جاتی ہو۔ میرا یہ مطلب تو نہیں تھا۔ اسی طرح مومن پر بھی مصائب اور دکھ آتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ دیکھتا ہے۔ کہ میرے اس

بندہ کو مجھ سے کتنی محبت

ہے۔ اور جب وہ بندہ اپنے آپ کو غلام سمجھتا اور عمل سے ثابت کر دیتا ہے۔ کہ اب میں خدا کا در چھوڑ کر کہیں نہ جاؤں گا اور اس امتحان میں پاس ہو جاتا ہے۔ تب

اللہ تعالیٰ کے فضلوں کے دروازے

اس پر کھلتے ہیں۔ اور اللہ تعالیٰ اس بندے کے متعلق فرماتا ہے۔ انی قریب۔ جس کے معنے سوائے اس کے اور کیا ہو سکتے ہیں۔ کہ خدا تعالیٰ ہر وقت اس کے ساتھ رہے۔ اور جب کوئی بندہ اس حد تک پہنچے۔ تو سمجھ لے۔ کہ اس نے خدا کو پالیا۔ اللہ تعالیٰ نے انی قریب میں بتایا ہے کہ بندہ تو معذور ہے۔ کہ مجھ تک پہنچ سکے۔ اس لئے

میں اس کے پاس آ جاتا ہوں

اور جب بھی وہ مجھے پکارے۔ میں اس کی دعا کو قبول کرتا ہوں۔ ادھر اس کی آواز نکلتی ہے اور ادھر قبول کی جاتی ہے۔ اس کے بعد فرمایا۔ فلیستجیبوا لی ولیؤمنوا بی۔ یعنی ان کو بھی چاہیئے۔ کہ میری باتوں کو زیادہ سے زیادہ قبول کریں۔ اور کیسے بھی ابتلاء ان پر آئیں۔ شک میں نہ پڑیں۔ کہ شاید ہم تباہ ہونے لگیں۔ بلکہ اپنے رب پر یقین رکھیں کہ وہ ہمیں ضائع نہیں کرے گا۔ بلکہ

ان ابتلاؤں کے نتیجہ میں ہمیں اور بھی ترقی

بخشے گا۔ پھر فرمایا۔ لعلھم یرشدون۔ ابھی تک تو مجھ کو ان تک آنا پڑتا ہے۔ مگر جب وہ یہ مقام حاصل کر لیں گے تو پھر ان کے اندر یہ طاقت پیدا ہو جائے گی۔ کہ

وہ خود مجھ تک آ سکیں گے

پہلے انی قریب کہہ کر بتایا تھا۔ کہ میں اس کے پاس آتا ہوں مگر یرشدون کہہ کر یہ بتایا۔ کہ بندہ میں ترقی کرتے کرتے۔ ایک قسم کی الوہیت پیدا ہو جاتی ہے۔ پہلے اس کی مثال ایسی ہوتی ہے جیسے نابینا آدمی کے پاس اس کا دوست بیٹھا رہے۔ مگر پھر یہ مقام حاصل ہو جاتی ہے۔ کہ جیسے بینا کے سامنے اس کا محبوب بیٹھا ہو۔

پس یہ دن برکت کے ہیں۔ ان سے پورا پورا فائدہ اٹھاؤ نہ صرف ظاہری بلکہ روحانی رمضان بھی اپنے اوپر وارد کرو۔ اور قربانی کا جو موقعہ ملے۔ اسے اللہ تعالیٰ کا فضل سمجھو۔ تب تم عبادی میں داخل ہو سکو گے۔ دیکھو

خان بہادری کا خطاب حاصل کرنے

کے لئے لوگ لاکھ لاکھ دو دو لاکھ روپیہ خرچ کر دیتے ہیں۔ حالانکہ خان بہادر اگر بادشاہ کے دروازے میں بھی گھسنے لگے تو پولیس پکڑ کر جیل میں ٹھونس دے۔ کہ یہ بدنیتی سے داخل ہو رہا ہے۔ مگر خدا کے لئے انسان جو قربانی کرتا ہے۔ اس کے بدلہ میں پہلے تو خدا اس کے پاس آتا ہے۔ مگر جب وہ ترقی کرتا جائے تو خود بھی اس کے پاس پہنچنے کے قابل ہو جاتا ہے اور اس کی مثال ایسی ہو جاتی ہے۔ کہ جیسے پہلے بچہ گہوارہ میں پڑا ہوا جب روتا ہے تو ماں دوڑ کر اس کے پاس پہنچ جاتی ہے۔ لیکن بچہ جب ذرا بڑا ہو جائے اور اس کی ماں کسی کام میں لگی ہو۔ تو وہ خود دوڑ کر اس کے پاس جا پہنچتا ہے۔ جب انسان

ابتدائی حالت میں

قربانی کرتا ہے۔ تو وہ کمزور ہوتا ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ انی قریب۔ میں اس کے پاس پہنچ جاتا ہوں۔ مگر جب

سختیوں اور مصیبتوں کے ذریعہ

وہ ترقی کرتا ہے۔ تو اس کے اندر

ایسی طاقت

پیدا ہو جاتی ہے۔ کہ خود خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ گہوارہ میں پڑے ہوئے بچہ کو تو کبھی اس کی ماں جھڑک بھی دیتی ہے کہ کام نہیں کرنے دیتا اور اس کے رونے کی پروا نہیں کرتی

مگر جب وُہ خود چلنے پھرنے کے قابل ہو جائے۔ تو خود اس کے پاس جا پہونچتا ہے۔ اور وُہ خواہ پُوجھے کے پاس ہو۔ اسے جا چڑھتا ہے۔ اور

لعلهم يرشدون کا یہی مطلب

ہے۔ کہ انسان ترقی کرتے کرتے خدا تعالےٰ تک پہونچ جاتا ہے۔ اس کے بعد میں یہ کہنا چاہتا ہوں۔ کہ

جلسہ کے دن

قریب ہیں خطبہ کے پہلے حصہ کے بعد مجھے اب کچھ زیادہ اس کے متعلق کہنے کی ضرورت نہیں۔ اس لئے مختصراً یہ ہدایت کرتا ہوں۔ کہ جو لوگ اپنے مکان دے سکیں۔ وُہ مکان دیں۔ جو اپنے آپ کو خدمت کے لئے پیش کر سکیں۔ اپنے آپ کو پیش کریں۔ اس بوجھ کو اُٹھانے کے لئے ہر طرح تیار رہیں۔ اور ہر تکلیف جو سلسلہ میں پہونچے۔ اسے بخوشی برداشت کریں۔ اور جو کام بھی کرنا پڑے۔ اسے خوشی اور بشاشت سے کریں۔ ولتکبروا اللّٰہ کے ارشاد کے ماتحت

اللہ تعالےٰ کی تکبیر

کریں۔ کہ اس نے اس کی توفیق عطا فرمائی۔ اور پھر اس پر اس کا شکر یہ ادا کریں۔ کہ اس نے اس نکتہ کو سمجھنے کی توفیق دی۔ وقت زیادہ ہو گیا ہے۔ اس لئے میں زیادہ بیان نہیں کر سکتا مگر

باہر کے دوستوں کو

بھی یاد رکھنا چاہیئے۔ کہ دُشمن نے یہاں آکر یہ بتانا چاہا ہے۔ کہ وُہ قادیان میں اپنی شوکت دکھانا چاہتا ہے۔ اس لئے انہیں بھی چاہیئے۔ کہ

زیادہ سے زیادہ تعداد میں

یہاں آئیں۔ اور دُشمن کو بتا دیں۔ کہ ہم گیدڑ بھبکیوں سے ڈرنے والے نہیں ہیں۔ اور مرکز کی طرف زیادہ سے زیادہ کشش رکھتے ہیں۔ زیادہ تعداد میں آنے سے میرا یہ مطلب نہیں کہ عورتوں اور بچوں کو زیادہ تعداد میں لائیں۔ جو لوگ اپنے بیوی بچوں کو لانے کا ارادہ کر چکے ہیں۔ وُہ ان کو بھی لائیں۔ مگر کوشش یہ کی جائے۔ کہ

مرد زیادہ سے زیادہ

آئیں۔ اور ساتھ غیر احمدیوں کو بھی لائیں میرا مطلب یہ ہے کہ میرے اس خطبہ کی تحریک کے نتیجہ میں عورتوں اور بچوں کو نہ لائیں۔ بلکہ مردوں کو لانے کی کوشش کریں۔ لیکن میں عورتوں کو جو ہمیشہ آتی ہیں۔ یا جو پہلے سے ارادہ کر چکی ہیں۔ لانے سے منع بھی نہیں کرتا ؞

غرض دوستوں کو چاہیئے۔ کہ جلسہ کے موقعہ پر

کثرت کے ساتھ قادیان میں ۴۴

۴۴ آکر یہ ثابت کر دیں۔ کہ مومن کو خدا تعالےٰ سے جتنا دُور کرنے کی کوشش کی جائے۔ اتنا ہی وُہ زیادہ اس کی طرف راغب ہوتا ہے۔ عربی میں کہتے ہیں الانسان حریص علیٰ ما منع انسان کو جس چیز سے منع کیا جائے۔ اس کی طرف اس کی رغبت بڑھتی ہے۔ پس جب دُنیا کے متعلق انسان کا یہ خاصہ ہے۔ تو جب خدا تعالےٰ سے مومن کو روکنے کی کوشش کی جائے۔ تو اس کے اشتیاق میں کس قدر اضافہ ہونا چاہیئے پس

دُشمن کو اپنے عمل سے بتا دو

کہ جتنا زیادہ ہمیں قادیان آنے سے روکا جائے۔ اتنا ہی زیادہ ہم آئیں گے۔ اور سر کے بل آئیں گے۔ اور کہ ہم اس کی دھکیوں سے نہیں ڈرتے۔ اور اس مقام پر ہر حالت میں پہونچ جائیں گے۔ جسے خدا نے برکت دی ہے ؞

کلکتہ میں تبلیغ احمدیت

غیر احمدیوں سے کامیاب مناظرے

حال میں غیر احمدیوں کے ساتھ کلکتہ میں چار مناظرے ہوئے۔ ایک پارک سرکس میں۔ دو غیر احمدیوں کی انجمن واقع سراج بلڈنگ میں۔ اور چوتھا انجمن احمدیہ کے ہال میں۔ تھوڑا عرصہ ہوُا۔ کہ ایک تعلیم یافتہ بنگالی نوجوان نے قبول احمدیت کی سعادت حاصل کی۔ مگر ساتھ ہی اپنے کئی غیر احمدی رشتہ داروں کی ناراضگی کا مورد بن گیا۔ اس کے رشتہ داروں نے مطالبہ کیا۔ کہ احمدی و غیر احمدی علماء کی مقابلتاً تقریریں کرائی جائیں اس غرض کے لئے ۲ نومبر کی تاریخ مقرر کی گئی۔ اور قادیان سے مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل یکم نومبر کلکتہ پہنچ گئے۔

وفات مسیح پر مناظرہ

۲ نومبر چند احمدی احباب پارک سرکس پہنچ گئے۔ اور ایک مکان میں وفات مسیح علیہ السلام کے موضوع پر بحث قرار پائی۔ غیر احمدیوں کی طرف سے مولوی محمد یوسف صاحب امرتسری کلکتہ پیش ہوئے جو احمدی مناظر کے دلائل کے مقابلے میں سوائے ادھر ادھر ہاتھ پاؤں مارنے کے کچھ نہ کر سکے۔ دوران مناظرہ میں ایک عجیب لطیفہ یہ ہوُا۔ کہ جب مولوی محمد سلیم صاحب نے قرآن کریم کی آیت وآوینٰهما الیٰ ربوة ذات قرار ومعین سے یہ استدلال کیا۔ کہ مصیبت سے نجات دیکر خدا تعالیٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسی جگہ پہنچایا جو آرام گاہ اور ہمیشہ پانی کے چشموں سے پُر ہے۔ لہذا مسیح علیہ السلام آسمان پر نہیں اٹھائے گئے۔ تو غیر احمدی مولوی صاحب کہنے لگے۔ کہ واہ جی واکیا آسمان پر پہاڑ۔ دریا اور چشمے نہیں ہیں۔ اگر نہیں تو ہمالیہ پہاڑ پر برف کہاں سے آتی ہے۔ آسمان پر سب کچھ ہے۔ اور ان آسمانی پہاڑوں پر گری ہوئی برف پھسل پھسل کر زمینی پہاڑوں پر گرتی رہتی ہے چونکہ سامعین تعلیم یافتہ اور برف وغیرہ اشیاء کی ماہیت سے موجودہ تحقیقات کی روشنی میں بخوبی واقف تھے۔ اس لئے مولوی صاحب کو جلد ہی اپنی بے ہودگی پر سخت ندامت محسوس ہوئی اسی طرح احمدی مناظر نے ایک یہ دلیل پیش کی۔ کہ قرآن کریم میں آیا ہے۔ وما محمد الا رسول قد خلت من قبله الرسل۔ جس کا مطلب یہ ہے۔ کہ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک رسول ہیں۔ آپ سے پہلے سب رسول فوت ہو چکے ہیں۔ لہذا معلوم ہوُا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام بھی وفات پا چکے ہیں۔ مولوی محمد یوسف صاحب نے جواب دیا۔ کہ میں مانتا ہوں۔ قد خلت کے معنی "وفات پا چکے ہیں"۔ مگر اس آیت میں مجھے یہ معنی تسلیم نہیں۔ کیونکہ خلا کے معنی ہمیشہ "مات" نہیں ہوُا کرتے۔ احمدی مناظر نے جواب دیا۔ کہ اس آیت میں بجز وفات کے کوئی معنی ممکن ہی نہیں۔ کیونکہ خدا تعالیٰ نے خود وضاحت فرما دی ہے۔ کہ افان مات او قتل انقلبتم علیٰ اعقابکم یعنی حسب دستور اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی وفات پا جائیں یا مقتول ہو جائیں۔ تو کیا تم مرتد ہو جاؤ گے۔ معلوم ہوُا۔ کہ یہاں خلا کے صرف دو ہی معنی ہو سکتے تھے۔ ورنہ اگر رفع الی السماء کے معنی بھی ممکن تھے۔ تو کیا وجہ ہے۔ کہ خدا تعالیٰ نے ان تیسرے معنی کا ذکر نہ فرمایا۔ یہ دلیل اور بھی وزنی ہو جاتی ہے جب یہ امر مدنظر رکھا جائے۔ کہ قتل ہونا جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے لئے ناممکن تھا۔ (کیونکہ آپ کے متعلق واللہ یعصمك من الناس کا وعدہ موجود ہے) وہ تو بیان کر دیا۔ مگر آسمان پر جانا جو غیر احمدیوں کے نزدیک نہ صرف ممکن ہے۔ بلکہ حضرت مسیح علیہ السلام کے وقت وقوع پذیر بھی ہو چکا ہے۔ اسے خدا تعالیٰ نے بیان نہیں فرمایا۔ معلوم ہوُا کہ "خلا" کے معنی بجز "مات" اور "قتل" کے یہاں متصور ہی نہیں۔ خلاصہ کلام یہ کہ مناظرہ نہایت خیر و خوبی اور امن و کامیابی کے ساتھ انجام پذیر ہوُا۔ ایک اور مناظرہ انجمن "تبلیغ الاسلام" کے زیر انتظام وفات مسیح پر ہوُا۔ اس میں بھی مولوی محمد یوسف صاحب کو سخت ناکامی ہوئی۔ بعض غیر احمدیوں نے وفات مسیح علیہ الصلوٰة والسلام کا اقرار کیا۔

مسئلہ نبوت پر مناظرہ

تیسرا مناظرہ مسئلہ نبوت پر ہوُا۔ احمدی مدعی تھے۔ اور

احمدی مناظر نے اپنی پہلی تقریر میں متعدد دلائل سے ثابت کیا۔ کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بعد آپ کی اتباع میں سلسلہ نبوت جاری ہے۔ اور اس سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے علو شان کا اظہار ہوتا ہے۔ غیر احمدی مناظر نے آخر وقت تک اپنی تائید میں ایک آیت بھی پیش نہ کی۔

صداقت مسیح موعودؑ پر مناظرہ

تیسرا مناظرہ صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر تھا۔ لیکن دو مناظروں میں غیر احمدی مولوی کو جو شکست فاش ہوئی۔ اس نے اس کی کمر ہمت توڑ دی۔ اس لئے وہ اور اس کے ہمنوا شرائط مناظرہ میں ترمیم کرنے پر زور دینے لگے۔ احباب جماعت نے ان کی ترمیمات کو بھی منظور کر لیا۔ مگر مولوی محمد سلیم صاحب نے اپنی پہلی تقریر میں بحیثیت مدعی حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت نہایت خوبی کے ساتھ بیان کی۔ مخالف مولوی نے اپنی جوابی تقریر میں کہا تم کہتے ہو۔ کہ دعویٰ سے پہلے مرزا صاحب کی زندگی پاک تھی۔ لہذا یہ آپ کی صداقت کی دلیل ہے۔ بھلا یہ بھی کوئی دلیل یا معیار ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قبل از دعویٰ نبوت زندگی ناپاک تھی۔ پھر آدم علیہ السلام کی پہلی زندگی ناپاک تھی۔ انبیاء سابقین پر یہ شرمناک حملہ کرنے کے باوجود مولوی صاحب حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی پہلی زندگی کے متعلق کوئی حرف گیری نہ کر سکے۔

مناظرات کے اثرات

یہ محض اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ ان مناظرات سے سعید الفطرت سامعین نے پوری طرح فائدہ اٹھایا۔ اور میاں محمد عمر صاحب دراصل ان مناظروں کے روح رواں تھے۔ اور جن کے متعلق فریقین کی کوشش تھی۔ کہ اپنی طرف کھینچ لیں۔ مناظرہ کے دو دن بعد تجدید بیعت کر کے حلقہ بگوش احمدیت ہو گئے۔ اور جب غیر احمدیوں نے حقیقت پر پردہ ڈالنے کی کوشش کی۔ تو میاں صاحب موصوف نے بذریعہ اشتہار اپنے قبول احمدیت کا اعلان کر دیا۔ آپ نے جو خط حضرت اقدس خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز کی خدمت میں تحریر کیا۔ اس کی نقل درج ذیل ہے

بحضور انور سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز

السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ۔ عرض اینکہ ایک عرصہ سے خاکسار صدق دل کے ساتھ تحقیق حق میں مشغول تھا۔ کبھی حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کتابوں کا مطالعہ کرتا۔ اور افراد سلسلہ احمدیہ کے مضامین پر غور کرتا۔ اور کبھی مخالفین احمدیت کی کتابیں زیر نظر کرتا۔ کچھ کچھ سمجھ آئی تو خاکسار نے سچی نیت سے ساتھ حضور کی خدمت میں بیعت کے لئے خط لکھ دیا۔ ازاں بعد مجھے اپنے وطن چنیوٹ جانے کا اتفاق ہوا۔ تمام رشتہ داروں اپنوں اور بیگانوں نے مخالفت کا شور برپا کر دیا۔ غیر احمدیوں کی مختلف کتابیں پڑھنے کی تحریک کی۔ اور مجھے افسوس ہے کہ میں صداقت پر قائم نہ رہ سکا۔ میرے دل میں حضرت اقدس مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی صداقت کے بارہ میں شبہات پیدا ہو گئے۔ اسی دوران میں خاکسار نے حضور کی خدمت میں فسخ بیعت کا خط لکھ دیا۔ اور مجھے معلوم ہے کہ حضور نے معاملہ کی تحقیقات کرانے کی غرض سے وہ خط سکرٹری انجمن احمدیہ کے نام کلکتہ بھجوا دیا۔ سیدی زمانہ گذرتا گیا اور میں صداقت سے دور تر ہوتا گیا۔ آخر افراد جماعت کی کوششیں اور دعائیں مؤثر و کارگر ہوئیں۔ اور میری توجہ پھر تحقیقات کے لئے پر زور مائل ہو گئی حضرت اقدس کی کتابوں کا مطالعہ کرنے لگا اور انجمن احمدیہ کے ہفتہ وار جلسوں اور خطبات جمعہ میں شامل ہوتا رہا۔ اسی سلسلہ میں میری کوششوں کے نتیجہ میں پُرامن مناظرہ کی طرح پڑ گئی۔ اور تین دن تک مولوی محمد سلیم صاحب مولوی فاضل اور مولوی محمد یوسف صاحب امرتسری کے مابین وفات مسیح علیہ السلام۔ ختم نبوت اور صداقت مسیح موعود علیہ السلام پر مناظرے ہوتے رہے چونکہ میں احقاق حق کے لئے بیتاب تھا اور نیت صاف تھی اس لئے مناظرات سے خاطر خواہ فائدہ اٹھایا۔ اور احمدیہ جماعت کی صداقت کا یقین ہو گیا۔ تاہم میرے تمام اعتراضات جو میری نوٹ بک میں درج تھے ان کا حل کرانا ضروری تھا۔ اس لئے شبانہ روز مولوی محمد سلیم صاحب سے ان کے جوابات سنتا۔ اور تحقیقات کرتا رہا ہوں نے خدا تعالیٰ کے فضل سے صداقت احمدیت پر ایمان لانے کی سعادت حاصل کر لی ہے۔ اور ملتجی ہوں کہ حضور میرے لئے ایسی دعا فرمائیں جو تلافئ مافات کر سکے۔

میرے آقا میں اپنی لغزش پر نادم ہوں۔ اور نہایت الحاح کے ساتھ دعا کے لئے مکرر عرض پرداز ہوں۔ معمولی دعا نہیں بلکہ ایسی دعا کہ جس سے میری گذشتہ کوتاہیوں کی تلافی ہو سکے۔

خاکسار۔ محمد عمر بھگل ولد میاں اللہ بخش بھگل چنیوٹ۔ حال کلکتہ

جماعت احمدیہ کلکتہ تمام احمدی بھائیوں سے دعا کے لئے درخواست کرتی ہے۔ حالات امید افزا ہیں اور مخالفت زوروں پر۔

خاکسار۔ سید کرم بخش کلکتہ

مختار عام کی ضرورت ہے

چونکہ ہمارے موجودہ مختار عام اب ریٹائر ہونے کی عمر کو پہنچ گئے ہیں۔ لہذا انکی جگہ کسی اور شخص کا رکھا جانا تجویز کیا گیا ہے۔ نئے مختار عام میں مندرجہ ذیل صفات کا پایا جانا ضروری ہے۔

(۱) مخلص اور دیانتدار ہو (۲) صحت اور جسمانی قوی اچھے ہوں (۳) زمیندارہ کام سے اچھی طرح واقف ہو (۴) انتظامی قابلیت رکھتا ہو (۵) دفتری کام سے واقف ہو۔ اور حساب کتاب کر سکتا ہو (۶) خط عمدہ اور صاف ہو (۷) افسروں سے ملنے کی اہلیت رکھتا ہو۔ انگریزی اس حد تک جانتا ہو۔ کہ معمولی چٹھی لکھ اور پڑھ سکے۔ مگر یہ شرط خاص صورتوں میں نظر انداز کی جا سکتی ہے۔

خواہشمند اصحاب اپنی اپنی اسناد اور سفارشات کے ساتھ اپنی اپنی درخواستیں جن میں امیدوار کی قابلیت اور عمر اور قومیت اور تجربہ وغیرہ کا ذکر ہونا چاہیئے۔ اور جو خود انہیں کے ہاتھ سے لکھی ہوئی ہونی چاہیئے۔ خاکسار کے نام بھجوا دیں۔ مگر جب تک میں خود کسی امیدوار کو نہ بلاؤں کوئی صاحب مجھے زبانی ملنے کیلئے ہرگز نہ آئیں ورنہ ایسے شخص کو نہیں لیا جائیگا۔ نوجوان امیدوار کیلئے تنخواہ ۲۰ روپے ماہوار سے لیکر ۳۰ تک ہوگی۔ یعنی ۲۰ ابتدائی تنخواہ ہوگی۔ جو حسب کارگزاری سالانہ ترقی کے ساتھ تیس تک پہنچ سکے گی۔ لیکن عمر رسیدہ شخص کو حسب قابلیت ایک ہی مقررہ تنخواہ دی جائے گی۔

خاکسار۔

مرزا بشیر احمد قادیان

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

ہندوستانی ریاستوں کے وزراء کی میٹنگ جو بمبئی میں ہو رہی تھی۔ بمبئی ۱۴ دسمبر کی اطلاع کے مطابق اس نے اپنا کام ختم کر لیا ہے۔ پارلیمنٹری رپورٹ کی تمام سفارشات پر غور کیا گیا ہے۔ رپورٹ کے متعلق ان کی یہ رائے ہے۔ کہ اس کی تجاویز ریاستوں کے نقطہ نظر سے بعض پہلوؤں سے وہائٹ پیپر سے بہتر ہیں۔ بالخصوص جہاں تک مالی دفعات اور عام سفارشات کا تعلق ہے۔ یہ رپورٹ بعض خاص تحفظات کے ساتھ ریاستوں کے نزدیک قابل قبول ہے۔ بہر حال جب تک بل مکمل ہو کر سامنے نہیں آئے گا اس وقت تک آخری اور قطعی رائے پیش نہیں کی جا سکتی۔ ان کی رائے میں پارلیمنٹری رپورٹ میں محض اصولوں کی وضاحت کی گئی ہے۔ اور جب تک ان اصولوں کو بل کی قانونی شکل میں نہ دیکھ لیا جائے۔ کسی رائے کا اظہار ناممکن ہے۔

مصطفٰی کمال پاشا۔ استنبول سے آمدہ اطلاع کے مطابق اپنے بعض افسروں کے ساتھ سمرنا کی طرف دورہ پر گئے ہیں جسے استنبول کے سیاسی حلقہ میں غازی پاشا کے اس سفر کو بہت بڑی اہمیت دی جا رہی ہے۔ خیال کیا جاتا ہے۔ کہ یہ دورہ فوجی استحکامات کے لئے ہے۔ کیونکہ یوگوسلاویہ اور ہنگری کے درمیان کشیدگی بہت بڑھ رہی ہے۔ جس کا اثر ریاست ہائے بلقان پر پڑتا ہے۔

دہلی یونیورسٹی کا ایک خاص جلسہ تقسیم اسناد ۱۲ دسمبر کو منعقد ہوا۔ جس میں آنریبل سر فضل حسین کو ڈاکٹر آف لٹریچر اور سر عبدالرحمٰن کو ڈاکٹر آف لاء کی اعزازی ڈگریاں دی گئیں۔

برلن سے ۱۴ دسمبر کی اطلاع کے مطابق۔ وزیر تعلیم نے حکم جاری کیا ہے کہ ڈاکٹروں ججوں۔ وکیلوں اور ٹیچروں کو پریکٹس کرنے کی اس وقت تک اجازت نہیں دی جائے گی جب تک وہ مکہ بازی۔ تیراکی اور دیگر قسم کی ملکی کسرتوں میں ۱۰ ماہ کی ٹریننگ حاصل نہ کر لیں۔ یہ حکم مردوں اور عورتوں دونوں کے لئے ہے۔

ہوانا سے ۱۴ دسمبر کی اطلاع کے مطابق وہاں پر اشتراکیوں کی سرگرمیاں خطرناک صورت اختیار کر گئی ہیں سینٹ کلیرا میں اشتراکیوں اور سرکاری فوجوں میں خوفناک تصادم ہوا۔ جس میں بیس سے زائد آدمی ہلاک اور تین سو کے قریب مجروح ہوئے۔

ایران کی وزارت معارف کے جدید منیزانیہ میں اسی ہزار تومان اس غرض سے رکھے گئے ہیں۔ کہ اس سے ایران کے اکابر اور علماء کی یادگاریں جلسے کئے جائیں۔

پنجاب کونسل کے وقت میں لاہور سے ۱۵ دسمبر کی اطلاع کے مطابق ماہ رمضان کی وجہ سے تبدیلی کی گئی ہے۔ اس میں میٹنگیں ۲ بجے سے ۶ بجے تک کی بجائے $1\frac{1}{2}$ بجے سے $5\frac{1}{2}$ تک ہونگی۔

دہلی سے ۱۴ دسمبر کی اطلاع کے مطابق ریلوے سٹاف اور مسافروں کی سہولت کے لئے ایک کروڑ ۹۵ لاکھ روپیہ کی رقم منظور کی ہے۔

قرضہ بل کے متعلق لاہور سے ۱۵ دسمبر کی اطلاع مظہر ہے کہ گورنر پنجاب نے مزید غور کے لئے اسے پھر کونسل میں بھیج دیا ہے۔ اور چند ترامیم منظور کرنے کی خواہش ظاہر کی ہے جو گورنمنٹ کی طرف سے پہلے پیش ہوئی تھیں۔

بمبئی پورٹ حج کمیٹی نے اس دفعہ عازمان حج کی واقفیت کے لئے ایک رسالہ انگریزی اور اردو زبان میں شائع کیا ہے جس میں سفر حج کے متعلق تمام باتیں بیان کی گئی ہیں۔ اور ہر قسم کی واقفیت بہم پہنچائی گئی ہے۔ عازمان حج کے لئے اس رسالہ کا پڑھنا بہت مفید ہے۔

ہندوستانی عیسائیوں کی متفقہ درخواست

ہندوستانی عیسائیوں کی آل انڈیا کونسل نے ہز ایکسی لنسی وائسرائے ہند کو ایک مکتوب ارسال کیا ہے۔ جس میں درخواست کی گئی ہے۔ کہ ان کی نمائندگی کے لئے اسمبلی میں ڈاکٹر ایف۔ ایکس۔ ڈی سوزا کو پھر نامزد کیا جائے۔

پہلے ہندوستانی عیسائیوں کی آل انڈیا کونسل کے ممبر عام طور پر پراٹسٹنٹ عقیدہ کے ہی ہوتے تھے۔ اور اس لئے یہ کونسل صرف پراٹسٹنٹوں کی ہی سمجھی جاتی تھی کیتھولک عقیدہ کے عیسائی اپنی طرف سے دوسرے نام پیش کیا کرتے تھے۔ مگر اس سال متفقہ طور پر یہ کونسل ڈاکٹر ڈی سوزا کی تائید کرتی ہے

بی۔ ایل۔ رلیا رام آنریری جنرل سکرٹری آل انڈیا کونسل آف انڈین کرسچین

مسٹر سبھاش چندر بوس شاہی قیدی جنہیں اپنے والد کی وفات پر ایک ہفتہ کے لئے کلکتہ آنے کی اجازت دی گئی تھی۔ کلکتہ سے ۱۵ دسمبر کی اطلاع کے مطابق انہوں نے گورنمنٹ بنگال کو ایک عرضداشت بھیجی ہے۔ کہ گورنمنٹ انہیں ۷ جنوری تک گھر میں رہنے کی اجازت دے۔ اس میں یہ بھی لکھا ہے۔ کہ میں اپنی اس دائمی جلا وطنی پر قید کو ترجیح دیتا ہوں

برلن سے ۱۴ دسمبر کی اطلاع کے مطابق ایک ایکسپریس ٹرین کو جس میں ہر ہٹلر سفر کر رہے تھے۔ ڈرڈرن کے نزدیک پھاٹک پر ایک شدید حادثہ پیش آیا۔ ایک موٹر لاری جس میں ایک تھیٹریکل کمپنی کے ۲۰ ایکٹر سوار تھے کا تصادم رات کی تاریکی میں ٹرین سے ہوا۔ لاری بالکل ٹوٹ گئی۔ ۱۳ ایکٹر ہلاک اور ۴ شدید مجروح ہوئے۔

جرمنی کے پریذیڈنٹ ہر ہٹلر نے برلن سے ۱۶ دسمبر کی اطلاع کے مطابق یہ اعلان کیا ہے کہ اگر فرانس نے سار کے قبضہ کے متعلق ضد کو ترک نہ کیا تو جرمنی فرانس کا مقابلہ کرے گا۔ دو لاکھ فوجی جوان میدان جنگ کے لئے تیار ہیں۔ اور سینکڑوں ہوائی جہاز گولہ باری کے لئے موجود ہیں

افغان افسروں اور سپاہیوں کے حدود ریاست میں زبردستی داخلہ اور لوٹ مار کی خبر رائٹر نے شائع کی تھی۔ مگر افغانستان کے اخبار اصلاح نے رائٹر کو تار دیا ہے۔ کہ یہ خبر غلط ہے۔ سرحد ایران پر آباد بعض قبائل کی ایرانی سرحد کے افسروں سے کشیدگی ہے۔ اس لئے بعض خاندان انتقال مکان کر کے افغانستان کی حدود میں آ گئے ہیں۔ مقابلہ بھی انہی کے مابین ہوا ہے

ڈاکٹر ستیہ پال کے مقدمہ کا دہلی میں ۱۷ دسمبر کو فیصلہ ہو گیا۔ انہیں جرم بغاوت میں ایک سال قید سخت کی سزا دی گئی اور اسے کلاس میں رکھے جانے کی سفارش کی گئی۔ آپ آٹھویں بار جیل میں گئے ہیں۔

حکومت بہاولپور کے متعلق ہندو اخبارات نے لکھا تھا۔ کہ تمام سرکاری مسلم و غیر مسلم ملازموں کو حکم دیا گیا ہے کہ ترکی ٹوپی پہن کر دفاتر میں آیا کریں۔ مگر ریاست کی طرف سے اس کی تردید کی گئی ہے۔

غازی محمود دھرمپال کی دونوں بیویاں لدھیانہ سے ۱۶ دسمبر کی اطلاع کے مطابق دو دن کے اندر بعارضہ نمونیہ فوت ہو گئیں۔ دونو کے سات بچے ہیں۔ جن میں سے دو شیر خوار ہیں۔

کرسچن کالج لکھنؤ کے پرنسپل صاحب ۱۶ دسمبر کی شب اپنے مکان میں بیٹھے مطالعہ کر رہے تھے۔ کہ کسی نے دستک دی۔ آپ نے دروازہ کھول کر مصافحہ کے لئے ہاتھ بڑھایا مگر اجنبی نے آپ کا ہاتھ پکڑ لیا۔ دو آدمیوں نے ان کی آنکھوں پر پٹی باندھی اور جیب سے چابیاں نکال کر بکس کھولا۔ اور پانسو روپیہ لے کر چلتے بنے۔